

پونے ادب کے مختلف شعبوں میں شاہکار تحریریں چھوڑی ہیں۔ کئی موضوعات کی ابتدا ہی اس سے ہوئی ہے۔ اعلیٰ درجے کی کہانیاں پڑھنا بھی ایک فن ہے۔ جو حضرات اس فن سے واقف ہیں۔ وہی اس کہانی کا صحیح لطف اٹھا سکیں گے۔

سنہری گھونگا

ایڈگراہیلن پو

ابن انشاء

اردو میں وقتاً فوقتاً ایڈ گرائیلن پیو کی کہانیاں ترجمہ ہوتی رہی ہیں۔ چند کہانیاں مولانا ظفر علی خاں نے بھی اردو میں منتقل کیں جن میں "سنہری گھونگا" بھی شامل ہے۔ لیکن وہ اصل کی متابعت کی بجائے اپنی صوابدید کے مطابق ترمیم و تنسیخ کرتے تھے۔ میں نے "سنہری گھونگا" کا نام وہیں سے لے لیا ہے۔ "خالانکہ" بگ" کا ترجمہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ پیو جب جزیرہ سلیوان میں متعین تھا۔ اس نے مختلف قسم کے سمندری کیڑوں کا مشاہدہ کیا۔ اس کہانی کے "بگ" میں اس نے دو مختلف کیڑوں کی خصوصیات جمع کر دی ہیں۔ لیکن معلومہ کیڑوں میں گھونگے کے علاوہ کوئی زیادہ بھاری نہیں ہوتا۔ اس لئے مولانا نے بجا طور پر اس کے لئے "گھونگا" کا لفظ منتخب کیا۔

بخار سے پناہ مانگتے ہوئے آٹھیر تے ہیں۔ اس جگہ تھوہر وغیرہ کے پڑاوتہ کافی ہیں۔ مغربی حصے اور ساحل سمندر کی سخت اور سفید پٹی کو چھوڑ کر باقی سارا جزیرہ مہندی کی گہنی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ یہ جھاڑیاں اکثر جگہ پندرہ پندرہ میس میں فٹ اونچی چلی گئی ہیں اور ان کے گھنے اور ناقابل گزر جھنڈ بن گئے ہیں فضا ان کی بھینی بھینی مہک سے معمور رہتی ہے۔

ان جھاڑیوں کے بیچوں بیچ لیگراں نے اپنے لئے ایک مقام پر گھر بنا رکھا تھا جو جزیرے کے مشرق یعنی پہلی طرف کے کنارے سے کچھ بہت فاصلے پر نہیں تھا۔ ہماری پہلی اور اتفاقہ ملاقات کے وقت وہ اسی مکان میں رہتا تھا۔ ہماری صاحب سلامت جلد ہی دوستی میں تبدیل ہو گئی کیونکہ اس عزت گزین شخص میں کئی باتیں ایسی تھیں کہ اس سے دلچسپی اور لگاؤ کا پیدا ہو جانا قدرتی تھا۔ وہ اچھا پڑھا لکھا آدمی تھا۔ بہت ذہین اور ہوشیار بھی لیکن تھوڑی سی مردم بیزاری بھی اس میں تھی۔ طبیعت عجیب تھی۔ گھڑی میں شگفتہ اور گھڑی میں اداس اس کے پاس کتابوں کا بھی معقول ذخیرہ تھا۔ لیکن پڑھتا بہت کم تھا۔ زیادہ وقت تو وہ بدوق یا بشی لئے شرکار کھیلنے میں لگا رہتا

برسوں پہلے کی بات ہے کہ ولیم لیگراں نامی ایک صاحب سے جو ایک قدیم معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے، میرا دوستانہ ہو گیا۔ یہ صاحب ایک زمانے میں اچھے متول تھے لیکن سداکسی کی ایک سی نہیں رہتی۔ قسمت نے انہیں کوڑی کوڑی کا محتاج کر دیا اور ایک دن ایسا آیا کہ مغربی اور فلاکت کی خواری سے بچنے کے لئے آباد اجداد کے شہر نیو اور لیان کی اقامت ترک کر کے جزیرہ کیرولینا میں چارلسٹن کے قریب سیلون کے جزیرے پر آ پناہ گزین ہوئے۔

یہ جزیرہ کیا ہے۔ کوئی تین میل لمبی بالو کی ایک پٹی ہے جس کا عرض کہیں چوتھائی میل سے زیادہ نہیں بخشی سے اس کو ایک برائے نام کی خلیج جدا کرتی ہے جو سرکنڈوں اور دلدل میں سے ہوتی ہوتی دور تک چلی گئی ہے۔ یہ جگہ مرغابیوں کی جنت ہے۔ پودے اور جھاڑیاں یہاں بہت کم ہیں اور ہیں تو بہت چھوٹی موٹی۔ یہاں آپ کو کوئی بڑا درخت دکھائی نہ دے گا۔ مغربی کنارے کے قریب جہاں قلعہ موٹری واقع ہے۔ بعض خستہ حال عمارتیں کھڑی ہیں جن میں گرمیوں کے دنوں میں چارلسٹن کے لوگ گرو وغیرہ اور سب رنگ ڈانچٹ

تھا یا پھر ساحل کے ساتھ یا مہندی کی جھاڑیوں کے درمیان
سیپوں گھونگوں اور انزاع و اقسام کے کیڑوں کوڑوں کی تلاش
میں گھومتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں مختلف قسم کے گھونگوں
اور کیڑوں کا اچھا بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا تھا۔ اس مشرگشت میں جیو پیٹر
نام کا ایک بوڑھا حبشی خادم بالعموم اس کے ہمراہ رہتا تھا۔ اسے
اس خاندان پر برسے دن آنے سے پہلے ہی آزاد کر دیا گیا تھا لیکن
چھوٹے صاحب یا میاں ولیم سے اسے کچھ ایسا انس ہو گیا تھا کہ وہ
اسی کے ساتھ لگا رہنا اپنا حق سمجھتا تھا اور کسی خوف بالالچ سے
اسے چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔ عین ممکن ہے کہ لیگراں کے رشتہ داروں
نے ہی جو اسے خلل دماغ سے بری نہ بچتے تھے جیو پیٹر کو گرائی
کے لئے اس پر مسلط کر رکھا ہو۔

جزیرہ سلیدان میں شدید جاڑا کم ہی پڑتا ہے اور خزاں
کے دنوں میں شاید ہی کبھی تاپنے کے لئے آگ جلانے کی ضرورت
پڑتی ہو۔ تاہم اکتوبر ستمبر کے وسط میں ایک روز خوب کڑا
کی سردی پڑی۔ اس روز عذوب آفتاب سے کچھ پہلے میں سڑبار
جھاڑیوں میں سے راستہ کاٹتا ہوا اپنے دوست کے مکان پر
پہنچا جس سے ملے ہوئے مجھے کئی جھپٹے ہو گئے تھے۔ میں ان دنوں
اس جزیرے سے کوئی نو میل دور چالسٹن میں رہتا تھا اور اس
مقام تک آمد و رفت کے ذرائع بھی ان دنوں آج کے سے اچھے
نہیں تھے۔ دروازے پر پہنچ کر میں نے اپنے معمول کے مطابق
دشک دی لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ مجھے معلوم تھا کہ چابی کہاں
رکھی جاتی ہے چنانچہ میں نے چابی لی اور دروازہ کھول کے
اندر چلا گیا۔ آتش دان میں بڑے مزے کی آگ جل رہی تھی۔ اس
سردی میں یہ ایک نعمت معلوم ہوئی۔ میں نے اپنا اور کوٹ اتار
کر ایک طرف ڈالا اور ایک آرام کر سی چٹختے ہوئے لٹھوں کے
قریب کھینچ کر اپنے میزبانوں کا انتظار کرنے لگا۔

یہ لوگ جھٹ پٹا ہونے کے تھوڑی دیر بعد اپنے

بہت گرمجوشی سے دعا سلام ہوتی جیو پیٹر کی باجھیں کھلی جا رہی
تھیں اور وہ فوراً کھانے کے لئے کچھ مرغابیاں تیار کرنے میں جھٹ
گیا۔ لیگراں کا غنچہ دل بھی اس دقت کھلا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ
اسے نامعلوم قسم کا ایک سیپ ہاتھ آ گیا تھا جو ایک نئی نسل کا تھا
اس کے علاوہ اس نے جیو پیٹر کی مدد سے بڑی دودھو پ
کے بعد ایک گھونگا پکڑا تھا جو اس کے خیال میں بالکل نئی دریافت
تھی۔ اس نے کہا اس پر میں کل تنہا ہی رائے لوں گا۔

’آج رات کیوں نہیں‘ میں نے آگ پر ہاتھ تاپتے ہوئے
اور گھونگوں کی پوری نسل پر جی جی میں لعنت بھیجتے ہوئے کہا
’مجھے کیا معلوم تھا کہ تم آج آؤ گے‘ لیگراں نے کہا ’تم
سے ملاقات ہوئے مدتیں ہوئیں۔ گھر آتے میں مجھے راستے میں
قلعے کا لفٹیننٹ گ — ملا اور میں نے حماقت کی کہ وہ
کیڑا اسے دیکھنے کو دیدیا۔ بہر حال اب تو کل صبح سے پہلے تم
اسے نہیں دیکھ سکتے۔ رات یہیں گزار دو۔ جیو پیٹر کو میں طلوع
آفتاب کے ساتھ ہی اس کے لانے کے لئے بھیج دوں گا۔
کائنات میں اس سے حسین چیز اور کوئی نہیں۔‘
’کیا؟ طلوع آفتاب؟‘

’لا حول ولا قوۃ۔ ارے بھائی میں اس گھونگے
کی بات کر رہا ہوں۔ اس کا رنگ کندن کی طرح سنہرا ہے
اور جسامت میں یہ بڑے اخروٹ کے برابر ہوگا۔ پشت
کے ایک سرے پر دو گہرے سیاہ خال ہیں اور دوسرے
سرے پر ایک لمبوتر سیاہ نشان۔ اس کی منجھیں....‘
جیو پیٹر نے وہیں اس کی بات کاٹ کر کہا —

’میاں ولیم میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ اس کے منجھیں دو جھیں
نہیں ہیں۔ یہ گھونگا سونے کا ہے۔ بالکل ٹھوس اندر باہر سے
قسطی ٹھوس۔ میں نے زندگی میں اتنا بھاری کیڑا کوئی نہیں دیکھا
لیگراں نے ایسی سنجیدگی سے جو موقع محل کے تقاضے
فردری سنسٹر

سے کچھ متجاوز ہی معلوم ہوتی تھی۔ جواب دیا: ”جیو پیٹر۔ مان لیا کہ تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن خدا کے لئے مرغابیوں کا دھیل رکھو جلی جا رہی ہیں۔“ اب وہ پھر میری طرف متوجہ ہوا ”رنگ واقعی ایسا ہے کہ جیو پیٹر کے کہنے کی تصدیق کرتے بنے۔ اس کے بدن کے پھلکوں کی چمک دمک کا مقابلہ کسی دھات کی چمک دمک نہیں کر سکتی۔ اس کا تعلق تو خیر دیکھنے سے ہے۔ البتہ اس کی شکل میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیسی ہے۔“

یہ کہہ کر وہ ایک چھوٹی سی میز پر بیٹھ گیا جس پر قلم اور دو دوات تو موجود تھے لیکن کاغذ کوئی نہ تھا۔ اس نے میز کی دراز میں تلاش کیا لیکن وہاں بھی نہ ملا۔

”خیر کوئی بات نہیں، آخر اس نے کہا، یہی کام دے جائے گا۔“ اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے ایک بہت میلے سے کاغذ کا ایک پرزہ نکالا (میں اس وقت اسے کاغذ ہی سمجھا) اور قلم سے اس پر شکل بنانے لگا۔ میں آگ کے قریب اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔ کیونکہ میری ٹھٹھا ابھی دودھ نہیں ہوتی تھی۔ سردی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے شکل بنا کر وہیں بیٹھے بیٹھے وہ پرزہ مجھے پکڑا دیا۔ اتنے میں باہر ایک بلند غرہٹ اور پھر دروازے کو زچنے کی آواز سنائی دی۔ جیو پیٹر نے دروازہ کھولا تو لیگراں کا چناروری کتا جست لگا کر اندر آ پہنچا اور میرے کندھوں پر چڑھ کر مجھے بے طرح چومنے چاٹنے لگا۔ میں جب کبھی اتنا اس سے پیار کیا کرتا تھا۔ اس لئے وہ مجھ سے ہل گیا تھا۔ اس کی اچھل کود ختم ہو گئی تو میں نے کاغذ پر نظر ڈالی۔ میرے دوست نے جو شکل بنائی تھی اسے دیکھ کر میں ہلکا سا گیا۔

چند منٹ سوچنے کے بعد میں نے کہا: ”یہ تو عجیب و غریب قسم کا گھونگا ہے۔ میں نے ایسی کوئی چیز آج تک نہیں دیکھی۔ یہ تو کھوپڑی نظر آتی ہے۔ میں نے آج تک جتنی چیزیں سب رنگ ڈائجسٹ

دیکھی ہیں۔ ان میں سے انسانی کھوپڑی سے زیادہ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں دیکھی۔“

”انسانی کھوپڑی؟ لیگراں نے کہا، ہاں کاغذ پر اس سے شکل کی کچھ مشابہت ضرور پیدا ہو جائے گی۔ اوپر کے دوزں سیاہ خال آنکھیں معلوم ہوں گے اور نیچے کا لمبو تر نشان منہ نظر آئے گا۔ اور پھر اس کی شکل بھی بیضوی ہے۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن لیگراں۔“

تم کچھ اچھے آرٹسٹ نہیں ہو۔ میں اس گھونگے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ہی اس کی شکل و شباهت کا اندازہ کر سکتا ہوں۔“

لیگراں نے کچھ چڑک کر کہا، ”تمہاری بات سمجھ میں نہیں آرہی۔ میں اچھی خاصی تقریر کھینچ لیتا ہوں۔ اچھے لٹاؤں سے تعلیم پاتی ہے۔ اور اتنا کند ذہن یا گاؤ دی بھی نہیں ہوں۔“

”تب تم مذاق کر رہے ہو۔“ میں نے کہا مجھے تو یہ کھوپڑی ہی نظر آتی ہے۔ بلکہ ہی کھوپڑی اگر تمہارا گھونگا اس سے مشابہ ہے تو وہ دنیا کا عجیب ترین گھونگا ہوگا۔ میرے خیال میں نہیں اس گھونگے کا نام ہی ”کاسہ سر“ وغیرہ رکھنا چاہیئے۔ نیچرل سٹری میں چیزوں کے نام اسی قسم کے ہوتے ہیں لیکن تم نے جن مونچھوں کی بات کی تھی وہ کہاں ہیں۔“

”مونچھیں؟ لیگراں نے چڑک کر کہا، ”وہ تو میں نے اتنی صاف بنائی ہیں کہ اندھے کو بھی نظر آجائیں جیسی وہ اس گھونگے میں تھیں۔ میں نے بالکل ویسی ہی بنا دی ہیں۔“

تم نے ضرور بنائی ہوں گی لیکن مجھے نظر نہیں آتیں۔“

میں نے مزید کچھ کہے بغیر وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں ہٹا دیا۔

میں اس کے مزاج کو اور برہم نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس کی غلطی پر مجھے حیرت بھی ہوئی۔ اس کا مجھے کوئی جواز نظر نہ آ رہا تھا جہاں تک اس کیڑے کی شکل کا تعلق تھا۔ اس میں مونچھوں وغیرہ کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور شکل انسانی کھوپڑی سے بے حد مشابہت رکھتی تھی۔



لیگراں اس کاغذ کو میرے ہاتھ سے لے کر غصے میں
 مسل کر آگ میں پھینکنے کو تھا کہ اس کی نظر نقشے پر پڑ گئی اور پھر وہیں
 گڑ کر رہ گئی۔ اس کا چہرہ لال بھبرا کا ہو گیا۔ اس کے بعد بالکل پیلا
 پڑ گیا۔ چند منٹ تک وہ وہیں بیٹھا بیٹھا اس شکل کو عجز سے
 دیکھتا رہا۔ آخر اس نے میز پر سے ایک شیخ اٹھائی اور کمرے کے
 انتہائی گوشے میں ایک صندوق پر بیٹھ کر پھر اس نقشے کو نہایت
 عجز و تفتی سے دیکھنے لگا۔ تاہم منہ سے وہ ایک لفظ نہ بولا۔ میں بھی
 حیران ہو کر اسے دیکھتا رہا اور کسی قسم کی رائے ذی اس لئے نہ کی
 کہ کہیں اس کا مزاج پھر نہ بگڑ جائے۔ آخر اس نے اپنی جیب سے
 ایک بٹوان نکالا اور اس کاغذ کو اس میں بند کر کے میز کی دراز میں
 مقفل کر دیا۔ اب اس کی طبیعت کی کسبیدگی تو رخنہ ہو چکی تھی لیکن
 پہلی سی شگفتگی پیدا نہ ہوئی۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا دکھائی دیتا
 تھا۔ اس کا فکر لحظہ بہ لحظہ بڑھتا ہی گیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی
 کہ وہ کوئی بات کرے لیکن بے کار۔ یہ عالم دیکھ کر میں نے وہاں
 سے رخصت ہو جانا ہی مناسب خیال کیا حالانکہ پہلے میرا ارادہ
 رات وہیں گزارنے کا تھا، اس نے بھی میرے ٹھہرنے پر زیادہ
 اصرار نہ کیا۔ البتہ جب میں رخصت ہوا تو غیر معمولی گرمجوشی سے
 مصافحہ کیا۔

اس واقعے کے کوئی مہینہ بھر بعد کی بات ہے (اس

دوران میں مجھے لیگراں کی کوئی خبر نہ ملی) کہ چارلسٹن میں لیگراں
 کے عیشی خدمت گار جو پیپٹر نے ایک روز میرا دروازہ آن
 کھٹکھٹایا۔ وہ بہت دلگیر اور اداس نظر آتا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا
 کہ میرے دوست پر کوئی نہ کوئی افتاد آن پڑی ہے۔
 ”کیا بات ہے جو پیپٹر میں نے کہا۔“ تمہارے آقا
 اچھے تو ہیں؟

”اچھے ہی تو نہیں“

”کیا بات ہے۔ کیا شکایت ہے؟“

”کوئی خاص بیماری نہیں۔ پھر بھی ان کی طبیعت

ٹھیک نہیں؟“

”تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں۔ میاں جو پیپٹر

تم نے کہا ہے کہ تمہارے آقا طویل ہیں۔ کیا انہوں نے بتایا نہیں
 کہ کیا مرض ہے؟“

”ان کے مرض کا حال میں کیا بتاؤں۔ میاں ولیم اپنے

منہ سے تو بولتے ہی نہیں کہ انہیں کیا غلجبان ہے۔ ان کا چہرہ مست

کر رہ گیا ہے۔ اور وہ گردن ڈالے بس گھومتے رہتے ہیں۔ یا پھر

سلیٹ چسل لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں

خدا جانے کیا اوٹ پٹانگ چیزیں کہتے ہیں۔ سب ان کی طرف

سے بہت تشویش ہو گئی ہے اور میں ان پر اب کڑی نظر رکھتا

ہوں۔ آج کیا ہوا کہ وہ مجھے سوتا چھوڑ کر علی الصبح کہیں نکل

زوری ستر

گئے، اور سارا دن غائب رہے۔ میں نے ان کی مرمت کے لئے ایک موٹا سا ڈنڈا تیار کر رکھا تھا لیکن ان کی صورت دیکھ کر اس کو استعمال کرنے کی ہمت نہ پڑی۔

”ہوں۔ یہ بات ہے۔ میاں تمہیں اس غریب پر اتنا غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ کہیں سچ مچ اس کی کنڈی نہ کر دینا مر ہی جائے گا۔ لیکن تم نے کچھ تو اندازہ لگایا ہو گا کہ اس کی پریشانی کا باعث کیا ہے۔ وہ کیوں اتنا بدل گیا ہے۔ کیا اس دوران میں کوئی ناخوشگوار امر پیش آیا ہے؟“

”نہیں صاحب۔ اس دوران میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی۔ ہاں اس روز جب کہ آپ دہاں تشریف لے گئے تھے.....“

”کیا مطلب؟“

”اجی اس کم بخت گھونگے کا ذکر رہا ہوں“

”کس کا؟“

”سنہری گھونگے کا میرے خیال میں اس نے میرے آقا کے سر کے قریب ڈنک مار دیا ہے۔“

”تم نے یہ قیاس کیسے قائم کیا؟ میں نے جو پیٹر سے پرچھا اس کے پنجے ہیں صاحب۔ اس کا منہ ہے۔ میں نے ایسا کیرا کبھی نہیں دیکھا۔ جو چیز اس کے قریب آتی ہے وہ اسے کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ میاں ولیم نے اسے ہاتھ میں اٹھایا لیکن فوراً چھوڑنا پڑا۔ بس اس وقت اس ملعون جانور نے کہیں ڈنک مار دیا۔ میں نے بھی اس ڈر سے اسے انگلی سے نہیں اٹھایا بلکہ پاس سے ایک کاغذ اٹھا کر اسے اس میں پیٹ لیا اور اس کے منہ میں بھی اس کاغذ ہی کا ایک ٹکڑا ٹھونس دیا۔“

”تو تمہارا خیال ہے کہ تمہارے آقا کو اس کیرے نے کاٹا ہے اور ان کی علالت کی یہی وجہ ہے۔“

”اس میں خیال کی بات کیا ہے۔ میں ابھی طرح جانتا سب رنگ ڈراؤ مجھے“

”ہوں۔ اگر اسے سنہری گھونگے نے نہیں کاٹا تو اسے سونے کے پسینے کیوں آتے ہیں؟“

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اسے سونے کے پسینے آتے ہیں؟“
”وہ وہ سونے میں بڑبڑاتا ہے تو میں سن لیتا ہوں۔“
”خیر میاں تمہارا قیاس درست ہو گا۔ لیکن آج تم نے آنے کی تکلیف کس وجہ سے کی؟ کیا مسٹر یگراں نے کوئی پیغام بھیجا ہے؟“

”جی یہ رقعہ دیا ہے۔ یہ کہہ کر جو پیٹر نے ذیل کا خط مجھے بھجوا دیا۔“

”میرے دوست! تم سے ملاقات ہوئے ایک زمانہ ہو گیا۔ کہیں میری اس دن کی حرکت کا تم نے برا نہ مانا ہو۔ مجھے تم پر ایسی بدگمانی تو نہیں۔“

”تمہارے جانے کے بعد سے تفکرات میں گرفتار رہا ہوں مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ لیکن کیسے کہوں بلکہ جوتہا ہوں کہ کہوں یا نہ کہوں کچھ چند دن سے میری حالت زیادہ خراب ہے۔ اور جو پیٹر کی جہالت نے تو میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ تمہیں یقین نہیں آئیگا دو تین دن ہوئے اس نے مجھے اس قصور کی سزا دینے کے لئے ایک ڈنڈا گھر رکھا تھا، کہ میں اسے چھوڑ کر اکیلا پہاڑیوں کا چکر کیوں کاٹتا رہا۔ میرے خیال میں تو میرے اترے ہوئے چہرے اور بچا رنگ کی حالت کو دیکھ کر اسے ترس آ گیا ورنہ میرے پسینے میں کیا کسر رہ گئی تھی۔“

”تمہارے جانے کے بعد سے میں نے اپنے صلیبیت کے ذخیرے میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو جو پیٹر کے ہمراہ چلے آؤ۔ بلکہ ضرور آؤ، آج رات مجھے تم سے ایک اہم کام میں مدد لینا ہے۔ یقین مانو“

اشد ضروری کام ہے۔

— تمہارا ولیم لیکراں —

اس کا ہجہ لیکراں کے عام انداز تحریر سے اس قدر مختلف تھا کہ مجھے خواہ مخواہ تشویش لاحق ہو گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اس کے دماغ پر کیا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ اسے کس بات کے پنے آنے لگے ہیں۔ وہ "اشد ضروری" کام کیا ہے جس کے سلسلے میں وہ مجھ سے مدد کا خواہاں ہے۔ جیو پیٹر نے اس کا جو احوال بیان کیا تھا اس سے میرا یہ شبہ قوی ہو گیا کہ متواتر پریشانیوں اور مہینوں کی وجہ سے میرے دوست کے ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔ میں بلا کسی تامل و توقف کے جیو پیٹر کے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ہم گھاٹ پر پہنچے اور اس کشتی میں جو ہمیں جزیرے کے ساحل تک لے جانے والی تھی، سوار ہونے لگے تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک درانتی اور تین کدال پڑے ہیں سب کے سب نئے۔ میں نے جیو پیٹر سے پوچھا۔ یہ کیا ہے میاں؟ یہ درانتی ہے صاحب اور یہ کدال ہیں۔

وہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ لیکن یہ کس مرض کی دوا ہیں؟

میاں ولیم نے تاکید سے کہا تھا کہ شہر سے یہ چیزیں خرید لانا۔ ان کی خریداری میں میرا تو دوا لہ پٹ گیا؟

لیکن میاں ولیم اس درانتی اور ان کدالوں کا کیا کریں گے؟

یہ میں کیا جانوں؟ میرا تو خیال ہے خود صاحب کو بھی معلوم نہ ہوگا۔ اس سارے معاملے کی تہہ میں وہی ملعون گھونگا ہے۔

اور اس کے ذہن پر وہ گھونگا سوار ہے، میں نے مزید گفتگو لامحالہ سمجھی اور کشتی میں سوار ہو گیا۔ ہمارا موافق تھی۔ اس لئے ہم لوگ جلد

فردی سنہ

ہی قلعہ مولتری کے شمال میں ساحل پر جاترے وہاں سے کوئی دو میل کا راستہ کر کے ہم لیکراں کے مکان پر پہنچ گئے۔ وہ بہتر نظر بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی خیر مقدم کے لئے آگے بڑھا اور ہاتھ اتنی گرمجوشی سے بھینچا کہ اس کی دماغی صحت کے متعلق میرے شبہات اور قوی ہو گئے۔ اس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک تھی۔ اس کی مزاج پُرسی کرنے کے بعد میں نے عرض بات چھڑنے کے لئے اس سے پوچھا کہ کیا لفٹینٹ گ سے تم نے گھونگا منگوا لیا تھا؟

"دوسرے ہی دن منگوا لیا تھا" لیکراں نے جواب دیا۔ "میں تو اسے کسی قیمت پر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ تمہیں تو ہے کہ جیو پیٹر نے اس کے متعلق جوابات کہی تھی حوت بھرت درست ہے۔" "کیا بات؟ میرے دل میں دبدبوں نے سراٹھایا۔

"یہی کہ وہ گھونگا بیج حج کے سونے کا ہے۔" اس نے یہ بات نہایت سنجیدگی اور وثوق سے کہی مجھے اپنے دوست کی یہ دماغی کیفیت دیکھ کر تعجب کے ساتھ ساتھ صدمہ ہوا لیکن اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس گھونگے کی بدولت میری قسمت جاگ اٹھے گی مجھے اپنے خاندان کی جائداد واپس مل جائیگی۔ اسی لئے تو مجھے یہ اتنا عزیز ہے چونکہ خوبیِ تقدیر سے یہ گھونگا میرے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس لئے اب مجھے بطریق مناسب اس سے کام لینا چاہیے۔ مجھے اس کی بدولت وہ سونے کا خزانہ ہاتھ آئے گا۔ جس کی یہ کلید ہے۔ جیو پیٹر ذرا وہ گھونگا لانا تو۔"

"گھونگا۔ نہیں آقا۔ میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا آپ خود اسے اٹھائیے۔"

آخر لیکراں خود اٹھا اور شیشے کی وہ ڈبیا اٹھالایا جس میں وہ گھونگا بند تھا۔ بہت خوبصورت گھونگا تھا اور علم حیوانات کے ماہرین کے لئے نئی دریافت۔ علمی نقطہ نظر سے یہ بڑی قدر قیمت کی چیز تھی۔ اس کی پشت پر دو گول سیاہ خال ایک طرف تھے اور ایک

لباسا نشان دوسری طرف۔ اس کا صدقہ خول بہت سخت اور
چمکیلا تھا اور بالکل کندہ کی سی ڈنگ اس سے نمایاں تھی۔ اگرچہ پیڑ
نے اسے خالص سونے کا سمجھا تو کوئی مقام تعجب نہیں لیکن دیگر اس کا
اس سے اتفاق رائے کرنا میری فہم سے ماورا بات تھی۔

جب میں معائنے سے فارغ ہو چکا تو لیگران نے بڑے
طمطراق کے لہجے میں کہنا شروع کیا: ”میں نے آج تمہیں اس لئے
یہاں بلایا ہے کہ قصداً قدر نے اس طلائی گھونگے کی وساطت سے
میرے حق میں جو فیصلہ کیا ہے اس کی تعمیل میں تمہارے مشورے اور مدد...
”میرے دوست“ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔
”تمہاری طبیعت اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ تمہیں احتیاط برتنی
چاہئے۔ جاؤ بستر پر لیٹ جاؤ آرام کرو۔ میں چند دن تمہارے پاس
رہوں گا۔ اتنے میں تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو تمہیں بخار
معلوم ہوتا ہے۔“

”ذرا میری نبض دیکھنا“ اس نے کہا۔
”میں نے نبض پر ہاتھ رکھا اور حقیقت یہ ہے کہ بخار کے
ذرہ بھر آثار نظر نہ آئے“

”خیر بخار نہیں ہے پھر بھی تمہاری طبیعت علیل ہے میرا مشورہ
مانو تو پہلے بستر پر جا لیٹو۔۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔“

”تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے“ لیگران نے کہا ”دماغ میں
بیجان ضرور ہے۔ باقی ہر لحاظ سے میں بھلا چنگا ہوں۔ اگر تمہیں
مجھ سے ہمدردی ہے تو اس بیجان کو رفع کرنے کی تدبیر کرو۔“
اس کی کیا صورت ہے

بڑی آسان بات ہے۔ میں جیو پیڑ کو ہمراہ لے کر پارلیوں
کی طرف جا رہا ہوں۔ اس مہم میں ہمیں ایک اور ساتھی کی ضرورت
ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ میں تمہارے علاوہ کسی پر معبود
نہیں کر سکتا۔ ہمیں کامیابی ہو یا ناکامی بہر حال وہیں کا یہ خلیجان
رفع ہو جائے۔“

”میں تمہارے کام آنے کو تیار ہوں“ میں نے کہہ لیا لیکن یہ
بتاؤ کہ اس مہم کا تعلق اس ملعون گھونگے سے تو نہیں
لیگران نے کہا۔ ”ہے تو سہی“
”پھر مجھے معاف رکھو۔ میں ایسی مہلات سے باز آیا“
”بڑا افسوس ہے خیر تم ساتھ نہیں دیتے تو ہم خود قسمت
آزمائی کریں گے“

”اکیسے جاؤ گے؟ پاگل تو نہیں ہو گئے۔ یہ بتاؤ کہ اس مہم
میں کتنی دیر باہر رہنا ہوگا“
”غالباً رات بھر۔ ہم ابھی روانہ ہو جائیں گے اور ہر صورت
سورج نکلنے سے پہلے واپس آجائیں گے“
”اچھا تو تم اپنی آبرو کی قسم کھا کر یہ وعدہ کرو کہ جب
تمہارا یہ خبط پورا ہو جائے۔ جو اس نابکار گھونگے کی صورت
میں تم پر سوار ہے تو تم گھر واپس آ جاؤ گے اور میری رائے
اور ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کرو گے۔“

”ہاں میں وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن اب چلیں وقت
ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔“

”لو“ اصرار میں اپنے دوست کے ساتھ ہو لیا۔ ہم
کوئی چار بجے کے قریب روانہ ہوئے۔ ہم سے مراد ہے لیگران
جیو پیڑ۔ وہ کتا اور میں۔ جیو پیڑ درانتھا اور کتا اس اٹھائے
ہوئے تھا۔ وہ انہیں خود اٹھانے پر غالباً اس لئے مصر تھا کہ
کہیں وہ اس کے آقا کے ہاتھ میں نہ چلی جائیں اور وہ وحشت
اور دیوانگی میں کچھ کر نہ بیٹھے۔ اس کی طبیعت سے پرے درجے
کی ضد اور ہٹ آسکالاتی اور سارے راتے اس گھونگے کو دفعہ
دفعہ سے صلو اتوں سے یاد کرنے کے علاوہ کچھ نہ بولا۔ میں دو
پورولیشنیں اٹھائے ہوئے تھا اور لیگران کی تحویل میں صرف
گھونگہ تھا۔ اس نے اسے ایک لمبی سی ڈوری کے سرے سے بانڈھ
رکھا تھا اور اسے گوپے کی طرح گھماتا ہوا جا رہا تھا۔ اپنے دست
سب رنگ ڈاکٹ

کی یہ سودا بیڑوں کی سی حرکت دیکھ کر رقت سے میری آنکھیں بھر آئیں۔ لیکن میں نے یہی مناسب سمجھا کہ سر درست اس کی حرکات سے مطلق تعرض نہ کرو بلکہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتا چلوں۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ میں نے اُس سے باتوں باتوں میں مبتہرا پوچھنے کی کوشش کی کہ یہ ہم کس سلسلے میں ہے؟ ہم کہاں جا رہے ہیں لیکن اس نے کچھ اتنا پنا نہ دیا۔ مجھے اپنے ساتھ لانے میں وہ کامیاب ہو گیا تھا۔ اب کسی معمولی مسئلے پر بات چیت کرنا اسے غور انداز تھا۔ میرے ہر سوال کا جواب اس کے پاس ہی تھا۔ بس تم دیکھتے جاؤ۔

ہم نے جویرے کے سرے پر پہنچ کر اس خلیج کو ایک چھوٹی سی کشتی کی مدد سے پار کیا اور سرزمین خاص پر پہنچ کر شمال مغرب کی سمت اختیار کی۔ ہمارا گزر ایک ایسے دیران اور اُجڑے خطے سے ہوا جہاں آدمی کا نقش قدم ناپید تھا۔ بیگراں آگے آگے تھا۔ دُعا و فُتُحا وہ ایک لمبے کورک کر اُن نشانیوں کو دیکھ لیتا تھا جو اس سے پہلے وہ لگا گیا تھا۔

ہم کوئی دو گھنٹے تک یوں ہی چلتے رہے اور غروبِ آفتاب کے قریب ایک ایسے خطے میں پہنچے جو اور زیادہ دیران اور اُجڑا تھا۔ یہ مقام ایک سطح مرتفع سے مشابہ تھا۔ جو ایک دشوار گزار پہاڑی کی چوٹی کے قریب پھیلی ہوئی تھی۔ اس پہاڑی پر دامن سے چوٹی تک گھنے درخت پھیلے ہوئے تھے اس کے پہلوؤں پر جا بجا بڑی چٹانیں درختوں کے تنوں کے سہارے انکی پڑی تھیں۔ اگر یہ سہارے نہ ہوتے تو وہ ٹھٹھکی ہوئی دامن کوہ کی وادی میں پہنچ جاتیں۔ مختلف سمتوں میں جو گہری گچھاؤں دکھائی دے رہی تھیں ان سے منظر کی وحشت اور بڑھ گئی تھی۔ وہ سطح مرتفع جس پر ہم بڑی مشکل سے چڑھے خاردار جھاڑیوں سے ٹپی پڑی تھی اگر ہمارے پاس درانتی نہ ہوتی تو ہم ایک قدم نہ چل پاتے۔ جو میٹر آٹا کی ہدایت پر جھاڑیاں زردی نشہ

لاٹ کاٹ کر راستہ بنانا جاتا تھا حتیٰ کہ یہ راستہ شاہ بلوٹوں کے ایک جھنڈ میں جا پہنچا۔ ان میں سے ایک درخت بہت ہی اونچا اور تنادر تھا اور اس کی شاخیں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے پتے بھی بہت خوبصورت تھے اور شان بھی انک ہی تھی۔ اس درخت کے قریب پہنچ کر بیگراں نے جو میٹر سے پوچھا کہ تم اس پر چڑھ سکو گے یا نہیں؟ اس ناگہانی سوال پر وہ بوڑھا حبشی کچھ دیر تو حیران رہا۔ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ آخر کار درخت کے موٹے تنے کے گرد چکر اور اس کی بلندی کو بغور جانچ کر اُس نے کہا۔

”جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ کونسا درخت ہے جس پر جو میٹر نہیں چڑھ سکتا“

”پھر جلدی سے چڑھ جاؤ۔ سورج غروب ہو رہا ہے پھر اندھیرا ہو جائے گا۔ اور میں کچھ سمجھائی نہ دے گا“

”کہاں تک جاؤں؟ جو میٹر نے سوال کیا۔“

”پہلے تو تم اس کے بڑے تنے پر چڑھ جاؤ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ کدھر جاتا ہے اور سنو۔ یہ گھونگا اپنے ساتھ لے جاؤ جو میٹر نے سرا سیمہ ہو کر کہا۔ ”گھونگا؟ کس لئے؟ میں تو نہیں لے کے جاؤں گا۔“

بیگراں نے کہا۔ ”تم جیسا چوڑا چکلا آدمی ایک بے ضرر مردہ کیڑے سے ڈر جائے۔؟ اگر تم اسے ہاتھ لگاتے ڈرتے ہو تو اچھا اس رسی سے ٹسکا کے لے جاؤ ورنہ اس کدال سے تمہارا سر پھوٹ دوں گا“

جو میٹر نے تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ ”میاں آپ تو مجھ غریب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔ میں تو فدا کر رہا تھا۔ میں اور ایک مردہ کیڑے سے ڈر جاؤں؟ واہ میں کیوں ڈروں گا۔ اس سے“ اب اس نے احتیاط سے رسی کا ایک سرا پکڑا اور اسے اپنے سے دور رکھتے ہوئے درخت

پر چڑھنا شروع کیا۔

اس درخت کا تن بالکل صاف تھا۔ اس نل کے

درخت بعض اوقات بہت اونچے نکل جاتے ہیں اور کوئی

شاخ یا تن نہیں پھوٹتا۔ لیکن جب درخت بہت پرانا ہو جاتا

ہے تو اس کی پھال کھردری سی ہو جاتی ہے اور تنے میں سے

بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں نکل آتی ہیں۔ اس درخت پر چڑھنا

جتنا مشکل نظر آتا تھا۔ دراصل اتنا مشکل تھا نہیں۔ اس کے موٹے

تنے پر اپنے بازوؤں اور گھٹنوں کی مدد سے چڑھنا ہوا اور باہر

نکلے ہوئے گدوں میں اپنے ہاتھ پاؤں اٹکانا ہوا وہ آخر اس مقام

پر پہنچ گیا۔ جہاں سے پہلا ٹہنا پھٹتا تھا اس دوران میں دوبارہ

گرتے گرتے بچا۔ خیر پہلے شلخے پر پہنچ کر اس نے سمجھا کہ دشوار

منزل ختم ہوئی فی الحقیقت مشکل وہیں تک پہنچنے کی تھی اب وہ زمین

سے کوئی ساٹھ ستر فٹ بلندی پر بیٹھا تھا۔

”میاں ویم اب کدھر جاؤں؟ اس نے پوچھا

اس طرف کے سب سے موٹے ٹہنے پر چلتے جاؤ۔ جو پڑ
نے حکم کی تعمیل کی اور اوپر چڑھتا ہوا گھنے پتوں اور ٹہنیوں میں غائب
ہو گیا۔ دوسرے اس کی آواز آئی۔

”اور کتنا اگے جاؤں“

گنتی اونچائی پر ہو تم؟ یگرال نے پوچھا

”اتنی اونچائی پر کہ درخت کی چوٹی پر سے آسمان نظر آئے“

آسمان کو فی الحال جانے دو اور میری بات کی طرف

توجہ کرو۔ نیچے نظر ڈال کر مجھے بتاؤ کہ جس مقام پر تنے سے پہلا

ٹہنا پھوٹتا ہے وہاں سے اس مقام تک جہاں سے تم بادل رہے

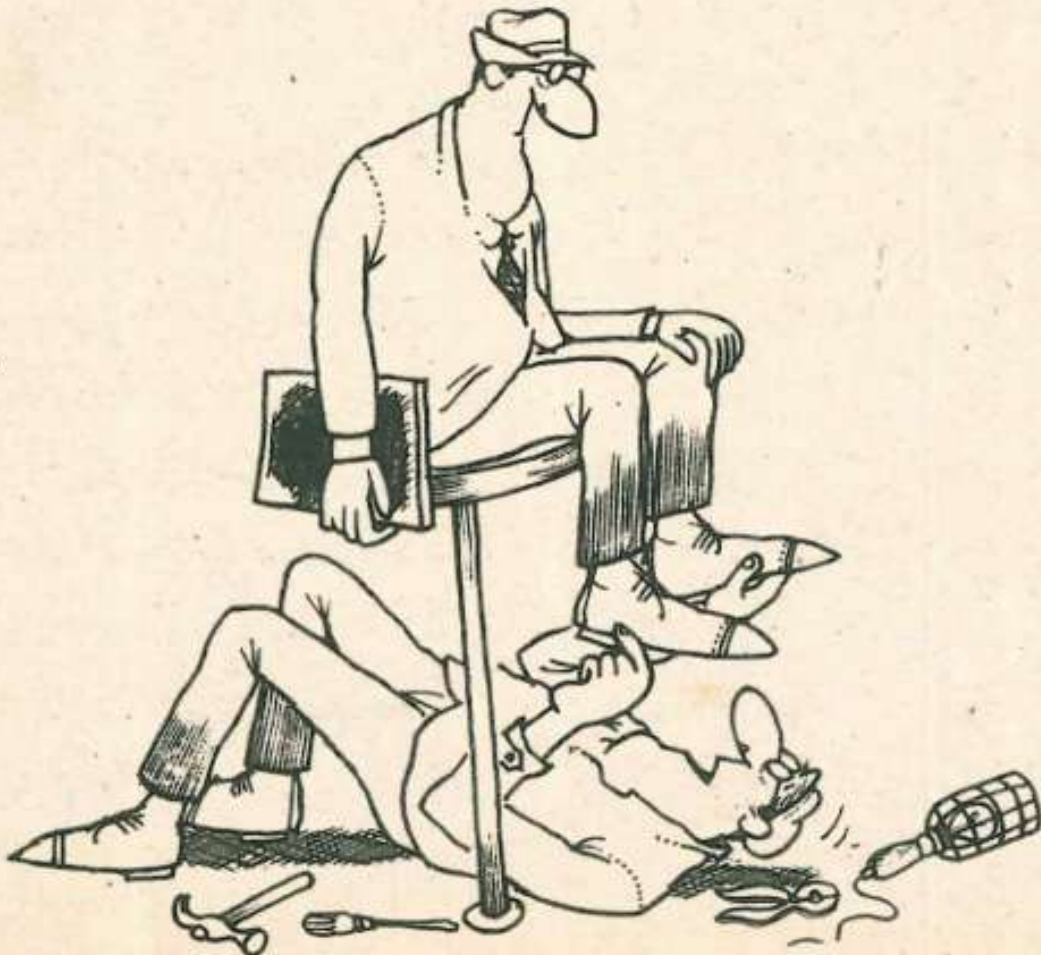
ہو، تمہارے دہنے ہاتھ کی طرف کتنے ٹہنے نکلے ہوئے ہیں؟

”ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ میں پانچ ٹہنے طے کر آیا ہوں“

”ایک ٹہنا اور اوپر چڑھو“

چند منٹ میں اس کی آواز پھر سنائی دی۔ لیجئے

سالویں پر پہنچ گیا“



”اب یہ دیکھو“ لیگراں نے جوش کے عالم میں کہا اس
ٹپنے پر جہاں تک جانا ممکن ہے جاؤ اور اگر کوئی عجیب چیز
نظر آئے تو مجھے بتاؤ“

اپنے دوست کے دیوانہ پن میں مجھے اگر کوئی شبہ
رہ گیا تھا تو وہ اب رفع ہو گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پاگل ہو
رہا گیا تھا تو وہ اب رفع ہو گیا مجھے یقین ہو گیا کہ وہ پاگل ہو گیا ہے اب مجھے
یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ اس کو کس طرح گھر لے کر چلوں۔ میں
ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ جیو پیٹر کی آواز پھر سنائی دی۔
”میاں یہ ٹھنڈا تو بالکل سوکا اور مرجھایا ہوا ہے۔“

اس پر زیادہ دور تک جاتے مجھے خوف آتا ہے“
کیا کہا؟ سوکا ہوتا ہے لیگراں نے کانپتی ہوئی
آواز میں پوچھا۔

ہاں میاں۔ بالکل خشک ہے۔ مرجھایا ہوا ہے اس
میں نام کو بھی جان نہیں“
لیگراں نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا میرے اللہ
اب میں کیا کروں۔“

میں نے موقع غنیمت جان کر کہا۔ ”کر دیہ کر دیہ
ساتھ سیدھے سیدھے گھر چلو اور بستر پر لیٹ کر آرام کرو
اب آؤ۔“ دیر ہو رہی ہے اور تمہیں اپنا وہ وعدہ بھی یاد ہوگا
لیگراں نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا
”جیو پیٹر۔ تم میری بات سن رہے ہو؟“

”جی ہاں میاں۔ خوب سن رہا ہوں کیسے کیا کہتے
ہیں آپ؟“
”اس ٹپنے کو آواز مار دیکھو۔ چاقو سے کاٹ کر دیکھو
کہ بالکل بودا تو نہیں؟“

چند لمحوں کے بعد جیو پیٹر بولا۔ بودا تو ضرور ہے لیکن مجھ
اکیلے کا بار سہارے گا۔ کوشش کروں؟
فردی سنو۔

”مجھ اکیلے سے تمہارا کیا مطلب ہے؟“

میرا مطلب اسی گھونگے سے ہے۔ یہ بہت ہی
بجاری ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے زمین پر پھینک
دوں۔ مجھ بچارے حبشی کے بوجھ سے تو ٹھنڈا نہیں ٹوٹے گا
لیگراں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ ”یہ کیا خرافات
بک رہے ہو۔ اگر تم نے گھونگے کو نیچے پھینکا تو میں تمہاری
گردن مردہ کر رکھ دوں گا۔ سنتے ہو کہ نہیں؟“

”سنتا ہوں میاں۔ کیوں مجھ غریب کی جان کو آپ
ملکان کر رہے ہیں؟“

”اچھا سنو۔ اگر تم اس شاخ پر جہاں تک جا سکتے
ہو جاؤ۔ اور اس گھونگے کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑ دو تو
میں تمہیں انعام میں چاندی کا ایک چمکتا ہوا ڈالر دوں گا
”یہجے میں چلا جیو پیٹر کی آواز آئی۔“ اور اب شاخ
کے سرے پر بھی پہنچ گیا۔

”بالکل سرے پر پہنچ گئے کیا؟“ لیگراں نے بے کل ہو
کر کہا۔

”بالکل تو خیر نہیں لیکن سرے کے قریب پہنچ گیا ہوں۔
میرے اللہ۔ رحم کیجیو۔ یہ کیا ہے؟“
”کیا ہے کیا ہے؟ بے تابی سے لیگراں نے کہہ
کچھ مجھ سے بھی کہو؟“

”کچھ نہیں۔ ایک کھوپڑی ہے۔ کوئی شخص اپنا سر
یہاں چھوڑ گیا۔ اور اس کا بھی کوڑے کھا گئے۔ پس
ہڈیاں رہ گئی ہیں“

کیا کہا؟ کھوپڑی۔ خوب خوب۔ لیکن یہ ٹپنے پر ٹکی
ہوئی کس طرح ہے؟“

”تھیرنیے، ابھی دیکھ کر بتاتا ہوں“ جیو پیٹر نے کہا۔
اسے یہ تو عجیب ماجرا ہے۔ کسی نے اس کو بہت بڑی

کیل سے درخت پر ٹھوبک رکھا ہے۔

”اچھا تو جیو پیٹر۔ جو کچھ میں کہوں اس پر

حرف برفٹل کرو۔ سنتے ہو؟

”جی ہاں۔ فرمائیے“

توجہ سے سنو۔ دیکھو تو کھوپڑی کی بائیں

آنکھ کہاں ہے؟

”بہت اچھا۔ لیکن یہاں تو کوئی سی آنکھ بھی نہیں“

”تم تو زسے گھاڑ ہو۔ تمہیں اپنے دلہے اور

بائیں ہاتھ کا فرق معلوم ہے؟

”جی ہاں۔ معلوم ہے۔ یہ رہا میرا بایاں ہاتھ

جس سے میں لکڑیاں کاٹا کرتا ہوں“

”بس بس۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ جس

طرف تمہارا بایاں ہاتھ ہے۔ اسی طرف تمہاری بائیں آنکھ

ہے۔ اسی طرح اس کھوپڑی کی بائیں آنکھ کا بھی پتہ لگا لو

یعنی سوراخ کا جہاں اس کی بائیں آنکھ ہوتی۔“

”میاں آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا

کھوپڑی کی بائیں آنکھ بھی اس کے بائیں ہاتھ کی طرف ہے؟

اگر ہاتھ ہی سے اندازہ لگانا ہے تو ہاتھ دانتھ تو یہاں کوئی

نہیں۔ لیکن خیر میں معلوم کئے لیتا ہوں کہ اس کھوپڑی کی

بائیں آنکھ کہاں ہے۔ جی ہاں معلوم ہو گئی۔ اب کیا کروں؟

جیو پیٹر کی آواز آئی۔

”گھونگے کو اس میں ڈال دو اور رسی کا سرا تھلے

رکھو۔ کہیں چھوڑ نہ دینا“

”یہ کونسی مشکل بات ہے؟ جیو پیٹر نے کہا گھونگے

کو میں نے کھوپڑی کی آنکھ میں سے ٹکادیا۔ پہنچ گیا کیا؟

اس تمام مکالمے کے دوران میں جیو پیٹر ننوں میں

چھپا ہوا تھا۔ نظر نہ آ رہا تھا۔ البتہ گھونگا جو اوپر سے ٹکایا

متحد غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی آخری شعاعوں میں

سنہری لٹو کی طرح چمکتا ہوا دکھائی دیا۔ اگر جیو پیٹر اس کو

چھوڑ دیتا تو گھونگا عین ہمارے قدموں میں آکر گرتا۔ یہ اندازہ

لگا کر گھونگا کس مقام پر گرے گا۔ لیگراں نے تین چار گز

کے قطر کا ایک دائرہ درانٹی سے جھاڑیاں صاف کر کے

بنایا اور جیو پیٹر کو آواز دی کہ رسی ہاتھ سے چھوڑ دو اور

درخت سے نیچے اتر آؤ۔

جس مقام پر گھونگا گرا تھا۔ وہاں ایک کھونٹی گاڑ

کر لیگراں نے جیب سے پیائش کا ایک ٹیٹہ نکالا۔ اور اس

کا ایک سراد درخت کے تنے کے اس حصے کے ساتھ اٹکا کر

جو کھونٹی سے قریب ترین تھا۔ ٹیٹہ کو کھولتا ہوا کھونٹی ہلکے

لے آیا۔ اور یہاں سے اس خط مستقیم کی سیدھ میں جو

کھونٹی اور درخت کے درمیان ٹیٹے کے تانے سے

پیدا ہوا تھا اسے اور پچاس فٹ اگے لے گیا۔ جیو پیٹر

درانٹی سے خاردار جھاڑیاں صاف کرتا گیا۔ اس آخری

نقطے پر ایک اور کھونٹی گاڑی گئی۔ جس کو مرکز قرار دے

کر چار فٹ قطر کا ایک دائرہ کھینچا گیا۔ اس کے بعد لیگراں

نے ایک کمال خود سنبھالا۔ ایک جیو پیٹر کو دیا اور ایک مجھے

دیکر کہا کہ اب اس جگہ کو جلد جلد کھودنا شروع کرو۔

اس قسم کے تفریحی مشغلوں سے مجھے کبھی بھی دل چسپی

نہ تھی اس وقت تو کھدائی کا محنت طلب کام اور بھی دوہر تھا

اس لئے کہ رات سر پر آگئی تھی اور آنے بڑے لمبے سفر کی مکان

سے جسم پہلے ہی چور ہو رہا تھا۔ میں انکار کر دیتا۔ لیکن امنوس

کہ مفر کی صورت کوئی نہ تھی۔ مجھے اس بات کا خوف تھا کہ کہیں میرے

انکار سے میرے دوست کا مزاج پھر نہ بگڑ جائے۔ اگر مجھے

یہ توقع ہوتی کہ جیو پیٹر میری مدد کرے گا تو میں یقیناً اسے زبردستی پکڑ

کر گھر لانے کی کوشش کرتا لیکن میں اس بڑے حبشی خدمتگار

سب رنگ ڈانچٹ



مدد کیجئے۔ مدد کیجئے اس شخص کی جو اپنے رشتہ داروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو توہین سمجھتا ہے۔

اور میں سمجھا کہ اب میرا دوست اپنے خیال خام سے باز آجائے گا۔ لیکن کچھ دیر کے قائل کے بعد لیگراں از سر نو کدال چلانے لگا۔ ہم نے چارٹ کے قطر میں گڑھا مکمل کر لیا تھا اب مزید دو دو فٹ تک زمین کھود ڈالی لیکن بے سود لیگراں تلخ ترین ناکامی کی تصویر بنا ہوا آخر کار گڑھے سے نکلا اور کوٹ پہننے لگا۔ جسے کھدائی سے پہلے اس نے اتار کر ایک طرف ڈال دیا تھا مجھے اس کی حالت پر رحم آ رہا تھا۔ جیو پیٹر نے بھی اپنے آقا کو دیکھ کر اوزار اکٹھے کر کے پیٹھ پر لاڈ لے اور کتے لائسنس کھول دینے کے بعد ہم نے چپ چاپ گھر کا راستہ لیا۔

ہم چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ یکایک لیگراں نے زور کا ایک نعرہ لگا کر جیو پیٹر کو گٹے سے جا دوڑا۔ جیو پیٹر کی پیٹھ پر سے کدالیں نیچے جا گریں اس کی آنکھیں فرط خوف و حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں اور وہ گھٹنوں کے بل زمین پر آ رہا۔

لیگراں نے حصے سے دانت پتے ہوئے اس پر گائیوں کی بوچھاڑ کر دی

کی وفاداری بشرط استواری سے واقف تھا۔ وہ بہر حال میرے مقابلے میں اپنے آقا ہی کا ساتھ دیتا مجھے اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہ رہا کہ جیو پیٹر ریاستوں کے لوگوں کے دماغوں میں زبرد جواہر کے دفینوں کے متعلق جو روایات لکھی ہوئی ہیں لیگراں بھی ان سے متاثر ہوا ہے اور گھونگے کے ہاتھ آ جانے سے جس کو جیو پیٹر خالص سونے کا سمجھتا ہے، اس کے ذہن میں یہ بات سما گئی ہے کہ یہ سنہری گھونگہ کسی بہت بڑے دفینے کی غیبی کلید ہے اپنی حیرانی اور پریشانی کے باوجود میرے سامنے اس کے سرا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اپنے دوست کی خواہش کے مطابق زمین کھودنے میں جٹ جاؤں۔ تاکہ جلد سے جلد لیگراں کو دکھا سکوں کہ وہاں دفینہ و فیروزہ کچھ نہیں۔ سب اس کے دہم کا کرشمہ ہے

لائسنس جلا کر ہم نے جوش و خروش سے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ لائسنسوں کی روشنی ہم پر اور ہمارے کدالوں پر پڑ کر عجیب سا ن پیدا کر رہی تھی اگر ایسے میں کوئی شخص وہاں آنکلتا تو نہ جانے ہمارے متعلق کیا خیالی کرتا۔ کیا کیا شبہ اس کے دل میں پہنچتے ہم دو گھنٹے تک اسی طرح جانفشانی سے کھدائی کرتے رہے اس عرصے میں ہم نے آپس میں مطلق کوئی بات چیت نہ کی۔ ہمارے کام میں اگر کوئی چیز مغل متھی تو وہ سچے کا بھونکن تھا جس کے لئے ہمارا یہ انوکھا مشغلہ بہت دل چسپی کا باعث تھا۔ آخر اس کا شور اتنی شدت اختیار کر گیا کہ ہمیں ڈر ہونے لگا کہیں اس پاس کا کوئی آدمی دریافت حال کے لئے ادھر نہ آنکلتے۔ یہ ڈر بھی میرے نہیں لیگراں کے دل میں زیادہ تھا۔ میں تو ایسی مداخلت سے خوش ہوتا جس کی وجہ سے مجھے اپنے دوست کو گھر واپس لے جانے کا موقع ملتا۔ آخر کار جیو پیٹر نے باہر نکل کر کتے کا منہ ایک دھجی سے باندھ دیا اور پھر گھٹنوں پر گر پڑے میں اتر آیا۔

دو گھنٹے کی محنت سے ہم نے پانچ فٹ گہری زمین کھود ڈالی لیکن کسی خزانے کا کوئی سراغ نہ ملا تھا۔ ہمارے ہم تنوں رک گئے

فروری سنہ

”اے معون کالے، بد معاش، ذرا مجھے بتا تو تیری باتیں
آنکھ کو لسی ہے سچ سیج بتا، جھوٹ بولا تو برا حال کروں گا“
خوف و دہشت سے جیو پیڑ کی جان نکلی جا رہی تھی اس
نے اپنی داہنی آنکھ پر انگلی رکھ کر کہا ”یہ تو ہے اس کے
بعد بھی اس نے انگلی نہ ہٹائی جیسے اسے ڈر ہو کہ آقا
ابھی میری آنکھ نکال لے گا۔“

لیگراں نے کہا ”میرا خیال صحیح نکلا۔ میں جانتا
تھا کہ یہی بات ہے۔“

وہ عالم از خود رفتگی میں نعرے لگانے اور
ناچنے لگا۔ اس کی حالت دیکھ کر جیو پیڑ اور بھی متحیر
ہو گیا۔ وہ بت بنا ہوا کبھی میرا منہ ٹکاتا تھا اور کبھی
اپنے آقا کی صورت دیکھتا تھا۔“

”آؤ واپس چلیں۔ ابھی امید باقی ہے لیگراں
نے جوش شادمانی ختم ہونے پر کہا۔ ہم پھر اس کے
پیچھے پیچھے درخت کے پاس پہنچے۔“

”جیو پیڑ“ لیگراں نے درخت کی جڑ کے قریب
پہنچ کر کہا۔ ”اب ایک اور بات بتاؤ، دیکھو غلطی نہ
ہو۔ اس کھوپڑی کا منہ اوپر کی طرف ہے یا نیچے
کی طرف؟“

”میاں اس کا منہ اوپر کی طرف تھا۔ تاکہ کوئی
کو اس کی آنکھیں نکال کر لے جانے میں تکلیف نہ ہو۔“
لیگراں نے اس کی دونوں آنکھیں یکے بعد
دیگرے چھو کر کہا

”اچھا تو کھوپڑی کی جس آنکھ میں سے تم نے
گھونگے کو لٹکایا۔ وہ یہ تھی یا یہ؟“

جیو پیڑ نے اپنی داہنی آنکھ کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے کہا۔ ”اجی میاں یہ آنکھ تھی۔ یہی تو

باتیں آنکھ ہے! آپ نے خود ہی بتایا تھا۔“

”بس یہ کافی ہے۔“ لیگراں نے کہا، ہمیں دوبارہ
کوشش کرنی ہوگی۔“

اب میرے دوست نے جس کی دیوانگی میں
مجھے ایک ہوشیاری کی جھلک نظر آنے لگی تھی۔ اس
مقام سے جہاں گھونگا گرا تھا۔ کھونٹی اکھاڑ لی اور
اس کی مغربی سمت کو تین اینچ کے فاصلہ پر گاڑ
دی۔ پھر پہلے کی طرح درخت کے تنے کے قریب
ترین نقطے سے کھونٹی کا فاصلہ ناپ کر اس فاصلے کو
بخط مستقیم پچاس فٹ آگے بڑھالے گیا۔ اس طرح
جو مقام حاصل ہوا وہ اس مقام سے جہاں ہم نے پہلے
گرٹھا کھودا تھا۔ کئی گز ہٹا تھا۔

اس نئی کھونٹی کے گرد ایک فراخ تر دائرہ
بنا کر ہم پھر مٹی کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ میں
اگرچہ تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن میرے خیالات میں ایک
ناقابل فہم تبدیلی پیدا ہو گئی تھی اور اب طبیعت اس
مشقت سے بیزار نہ تھی بلکہ میں اس میں یک بیک
ایک خاص دلچسپی لینے لگا تھا۔ میرے دل میں یہ
خیال گزرا کہ عجیب نہیں لیگراں کے اس سوئے کی
متہ میں کوئی حقیقت ہو۔ غرض میں نے نہایت جوش
اور تندہی سے مٹی کھود کھود کر چھینکنی شروع کی۔
پس یہ ہے کہ میرے دل میں بھی اس دینے کی توقع
سی پیدا ہو چلی تھی جسے میں اب تک اپنے دوست
کے وہسے کا کرشمہ سمجھتا تھا، ہمیں مٹی کھودتے کوئی
ڈیڑھ گھنٹا ہوا ہو گا کہ کتنے پھر زور زور سے بخون
شروع کیا۔ پہلے تو ہم یہی سمجھے کہ وہ ہم کو مٹی اچھالتے
دیکھ کر یوں ہی بھونک رہا ہے۔ اور اسے کھیل سمجھتا
سب رنگ ڈانچٹ

ہے لیکن اس کی آواز سے ایک بے چینی سی جھلک رہی تھی جیو پیٹر نے اس کے منہ پر پھینک کر چڑھانا چاہا اس نے زبردست مزاحمت کی اور کو دگر گڑھے میں اتر آیا۔ اب اس نے سونگھ سونگھ کر سچوں سے مٹی کھودنی شروع کی، ہمارے دیکھتے دیکھتے زمین سے انسانی ہڈیوں کا ایک ڈھیر برآمد ہوا دو پورے انسانی ڈھانچے تھے ان کے علاوہ پتیل کے کچھ ٹکڑے اور کسی بوسیدہ ادنیٰ کپڑے کے اجزاء کدال کی دو چار ضربوں سے جب ہڈیاں باہر نکالی گئیں تو ہسپانوی وضع کا ایک بڑا چاقو برآمد ہوا۔ بھوڑی مٹی اور نکالنے پر تین چار اشرفیاں اور چاندی کے سکے مٹی میں بکھرے نظر آئے۔

ان سکوں کو دیکھ کر جیو پیٹر خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ لیکن لیگراں کے چہرے پر اتنا درجے کی مایوسی چھا گئی۔ بہر حال اس نے ہم سے کہا کہ ابھی نہیں گڑھا اور گہرا کرنا چاہیے۔ یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے ہی تھے کہ میرا پاؤں ایک بڑے آہنی حلقے میں جو زمین میں گڑا ہوا تھا ابھا اور میں منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

اب ہم نے اور مرگرمی سے زمین کھودنی شروع کر دی جس اضطراب آمیز اشتیاق میں میں نے آئندہ دس منٹ گزارے اس کا حال میں ہی جانتا ہوں جب ہم ڈھاتی فٹ گہری مٹی کھود چکے تو ایک مستطیل چوبی صندوق برآمد ہوا جو ساڑھے تین فٹ چوڑا اور ڈھاتی فٹ اونچی تھا۔ اس کی لکڑی سنایت سخت اور مضبوط تھی اور قطعاً بوسیدہ نہ ہونے پاتی

سب رنگ ڈائجٹ

تھی جس کا باعث اس زمین کے کیمیائی اجزاء ہونگے اس کبس کے گرد اگر دلوہے کی پتیاں چڑھیں ہوتی تھیں جنہیں کیلوں اور پچوں سے کس دیا گیا تھا۔ ڈھکنے میں لوہے کے چھ بڑے کنڈے لگے ہوتے تھے جن میں ہاتھ ڈال کر چھ آدمی اسے اٹھا سکتے تھے۔ صندوق اتنا وزنی تھا کہ ہم تینوں کی متحدہ طاقت بس ذرا سی جنبش دے سکی اسے اٹھانا تو ناممکن تھا اس کا ڈھکنا صرف لوہے کے دو کنڈوں سے بند تھا۔ جنہیں کھینچ کر الگ کیا جاسکتا تھا۔ ہم نے ان کھنکوں کو کھینچا اور امید و بیم اور اضطراب کے عالم میں ڈھکنے کو اٹھایا۔ ہمارے سامنے بے مدوقیاں دولت کا ایک انبار جگمگا رہا تھا۔ لالینوں کی روشنی زرد جو اہر کے اس ڈھیر پر پڑی تو اس کے انعکاس سے گڑھے میں ایک خیرہ کن نور موجیں مارنے لگا۔

میرے دماغ میں یہ منظر دیکھ کر جن جذبات کا تلاطم بپا ہو رہا تھا ان کے اظہار سے زبان قلم قاصر ہے۔ فراطحیرت سے مجھ پر سکے کا عالم طاری تھا۔ لیگراں کے منہ پر بھی بے خودی نے مہر سکوت لگا دی تھی۔ لیکن جیو پیٹر کا عالم سب سے زلات تھا اس کا چہرہ ایسا پیلا پڑ گیا تھا کہ کسی حبشی کے چہرے پر وہی رنگت محال ہے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے حواس بالکل جواب دے چکے ہیں۔ یکایک اس نے گھٹنے ٹیک کر اپنے ہاتھ کہنیوں تک زرد جو اہر کے اس انبار میں داخل کر دیئے اور پھر وہیں رہنے دیتے جیسے اسے حجام کرنے کی لذت حاصل ہو رہی ہو آخر اس نے ٹھنڈی سانس لی اور آپ ہی آپ

یوں باتیں کرنے لگا۔

”یہ سارا کرشمہ اس سنہری گھونگے کا ہے۔“

اسی پیارے گھونگے کا ہے جسے تم ہاتھ

لگاتے مجھے ڈرتے تھے۔ اے کالے، تجھے اپنے آپ

سے شرم تو نہ آتی ہوگی۔ بولو، بولو“

اب میں نے آقا اور نوکر دونوں کو توجہ دلائی

کہ اس خزانے کو بے چلنا چاہیے، رات بہت

ہونے کو آتی تھی اور یہ ضروری تھا کہ ہر چیز صبح سے

پہلے بحفاظت گھر پہنچا دی جائے۔ ہم سب کے

خیالات کچھ پریشان ہو رہے تھے کہ بڑی دیر تک

ہم یہ فیصلہ نہ کر پائے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے، بالآخر

ہم نے دو تہائی مال صندوق سے نکال کر گرٹھے

میں رکھ دیا اور صندوق کو بڑی دقت اور دشواری

سے باہر نکالا۔ جو مال گرٹھے میں پڑا تھا اسے ہم نے

جھاڑیوں میں لے کر چھپا دیا۔ کتے کو جیو پیٹرنے تاکید

کر دی تھی کہ جھاڑیوں کے پاس ہی بیٹھا رہے اور نہ

سے کوئی آواز نہ نکالے اب ہم صندوق اٹھا کر

گھر کی طرف روانہ ہوئے گھر ہم بےزار دقت لیکن

سلامتی سے پہنچ گئے اس وقت رات کا ایک بج رہا

تھا۔ ہم تھکن سے چور چور ہو رہے تھے لہذا دو

بجے تک آرام کیا اور کچھ کھاپی کر تازہ دم ہو گئے

خوش قسمتی سے گھر ہی میں سے ٹاٹ کے تین مضبوط

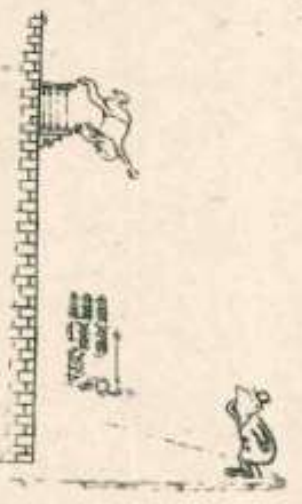
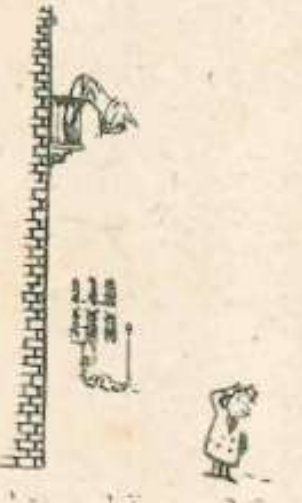
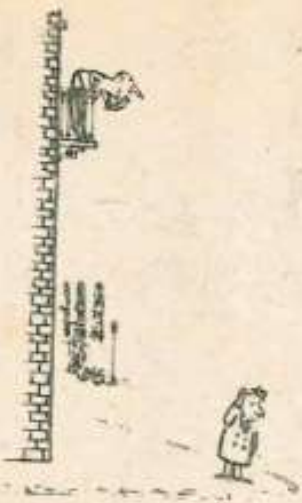
تھیلے مل گئے اور ہم انہیں لے کر دوسری مرتبہ

جھاڑیوں کی طرف روانہ ہو گئے، چار بجے سے کچھ

پہلے ہم پھر گرٹھے کے پاس پہنچ گئے، مال کو ہم نے

پراپر تین حصوں میں بانٹ لیا اور گرٹھے کو یوں کھلا

چھوڑ کر ہم گھر کو پلٹے اور صبح نے زریں پشاور میں کو پیٹھے اتارا



ادھر صبح کی اولین شعاعیں مشرق کی طرف کے درختوں کی
چوٹیوں پر نمودار ہوتی ہیں

اب ہم یوں تو تھکن سے بالکل نڈھال ہو
رہے تھے۔ لیکن ایسے عالم میں نیند کسے آتی ہے چنانچہ
تین چار گھنٹے تک بستر پر کروٹیں بدلتے کے بعد ہم پھر
اٹھ بیٹھے اور اپنے خزانے کا جائزہ لینا شروع کر دیا
یہ صندوق منہمانہ بھرا ہوا تھا اور ہم نے
سارا دن اور رات کا بڑا حصہ اس مال کا جائزہ لینے
میں گزارا، زرد جواہر آپس میں ملے ہوئے تھے، کسی
قسم کی ترتیب ملحوظ نہ رکھی گئی تھی۔ ہم نے ان کو الگ
الگ کر کے ڈھیریاں لگائیں تو معلوم ہوا کہ جو دولت
ہمارے قبضے میں ہے۔ وہ ہمارے ابتدائی اندازے
سے بدرجہا زیادہ ہے۔ زر مسکوک جو اشرافیوں کی
شکل میں تھا۔ رائج الوقت میت کے لحاظ سے
سارے چار لاکھ ڈالر کی مالیت کا تھا۔ اس میں
چاندی نام کو نہ تھی۔ بس سونا ہی سونا تھا۔ یہ طلائی
سکے بہت پرانے اور مختلف صنوعوں کے تھے۔ کچھ
فرانسیسی اشرافیاں تھیں کچھ ہسپانوی اور کچھ جرمن،
کچھ انگریزی گیناں بھی تھیں۔ بعض سکے ایسے تھے
کہ ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ بعض اشرافیاں بہت
بڑی بڑی اور وزنی تھیں۔ اور مٹی یا موسم کے اثرات
نے انہیں ایسا فرسودہ کر دیا تھا کہ ایک بھی نقش
پڑھانہ جاتا تھا ان میں امریکہ کا کوئی سک نہ تھا جو اہر
کی میت کا اندازہ لگانا ذرا مشکل تھا۔ ان میں ایک
سودس بڑے بڑے اور خوبصورت ہیرے تھے بعض
تو بہت بڑے تھے۔ اٹھارہ یا قوت تھے جن کی
چمک دمک ستاروں کو شرماتی تھی۔ تین سودس
سب رنگ ڈائجٹ

بے انتہا نفیس نمرد تھے، اکیس گراں مایہ نیلم تھے اور
ایک پکھراج معلوم ہوتا تھا کہ یہ جواہرات طلائی زیورات میں سے
لونیج کراٹک کے گئے تھے۔ خود زیورات ہتھوڑے کی
ضربوں سے پکپکا دینے گئے تھے۔ غالباً اس لئے کہ
پہچانے نہ جاتیں۔ اس کے علاوہ ایک بہت بڑی
نقداد غیر مرصع ٹھوس طلائی زیور دوں کی تھی۔ دو
سو کے قریب تو پھلے اور بالیاں ہوں گی، تیس تجربی
تھیں اور تراسی بڑی آرائشی صلیبیں، پانچ بنجور
جلانے کے بیش قیمت طلائی ظروف تھے ایک بہت
بڑا سونے کا قدرع تھا جس پر آرائشی بیلیں اور
نوشی کے مناظر نقش تھے۔ دو تنوار کے نفیس قبضے تھے
جن پر خوبصورت ابھرواں کام ہو رہا تھا۔ ان کے علاوہ
بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں جن کی تفصیل مجھے
یاد نہیں۔ ان تمام اشیاء کا وزن سارے تین سو پونڈ
سے زیادہ تھا اس اندازے میں میں نے وہ ایک
سوتلے طلائی جیبی گھڑیاں شامل نہیں کیں جن
میں سے ایک ایک پانچ پانچ سو ڈالر کی مالیت کی
ہوگی۔ ان میں سے اکثر بہت پرانی تھیں اور وقت
دیکھنے کے قابل نہیں رہی تھیں لیکن سب کی سب
مرصع اور بیش قیمت تھیں ہم نے اس رات سارے
خزانے کی مالیت کا اندازہ پندرہ لاکھ ڈالر کے
قریب لگایا۔ لیکن بعد میں یہ زیورات اور جواہر
فروخت کئے (بعض ہم نے اپنے استعمال کے لئے
رکھ لئے) تو معلوم ہوا کہ ہم نے اندازہ بہت کم
کیا تھا۔

آخر جب ہم سارے مال کی اچھی طرح جانچ
پڑتال کر چکے اور ہماری بے تابی اور جوش کم ہوا تو



نظر آرہی ہے۔ کچھ دیر کے لئے میں بالکل بھونچکا رہ گیا۔
 کیونکہ میں نے جو نقشہ کھینچا تھا۔ وہ تفصیلات میں اس
 سے بہت مختلف تھا۔ صرف عمومی مشابہت تھی۔ خیر میں
 شمع لے کر اٹھا اور کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ کر بنور اس
 کا معائنہ کرنے لگا۔ جب میں نے اسے الٹ کر دیکھا تو مجھے
 اپنے ہاتھ کا کھینچا ہوا نقشہ نظر آیا۔ یہ معلوم کر کے مجھے اور
 زیادہ تعجب ہوا کہ جس مقام پر میں نے گھونگے کا نقشہ کھینچا
 تھا۔ اس کے نیچے چھلی کی پشت پر ایک انسانی کھوپڑی کا
 نقشہ موجود تھا اور مجھے اس کی خبر نہ ہوتی۔ یہ دونوں
 نقشے صرف بیرونی خطوط میں نہیں بلکہ سائز میں بھی باہم
 بالکل مشابہ تھے اس عجیب و غریب اتفاق نے تھوڑی
 دیر کے لئے مجھے مبہوت کر دیا۔ ایسے عالم میں یہی ہوا کہ تب
 دماغ ملت و محلول کا تعلق ڈھونڈنے میں سرگرمی سے
 مصروف ہو جاتا ہے، جب یہ تعقل فکر کی کیفیت رفع ہوئی
 تو مجھے ایک ایسی بات یاد آئی جو اس حیرت انگیز اتفاق سے
 بھی زیادہ حیران کن تھی۔ مجھے یاد آیا کہ جب میں نے چھلی پر گھونگے
 کا نقشہ کھینچا تھا۔ اس وقت اس پر اور کوئی نقشہ موجود
 نہ تھا۔ مجھے یہ اچھی طرح یاد تھا کہ نقشہ کھینچتے وقت میں نے
 چھلی کو خوب اچھی طرح الٹ پلٹ کر لیا تھا تاکہ اس کی میلی
 سطح کے صاف ترین حصے کو کام میں لاؤں۔ اگر کھوپڑی
 کی شبیہ اس وقت وہاں موجود ہوتی تو میری نظر اس پر ضرور
 پڑتی۔ یہ ایک ایسا عقدہ تھا جس کا حل میرے لئے بہت
 مشکل تھا۔ لیکن اس وقت بھی میرے منہا خانہ دماغ میں
 اس حقیقت کی ایک کرن چمک اٹھی جس کا جلوہ کل رات
 کی منت و کاوش نے میں دکھایا ہے اس کی کیفیت
 اندھیری رات میں جگنو کے چمکنے کی طرح تھی غرض میں نے
 اس چھلی کو بحفاظت مقفل کر کے رکھ دیا تاکہ تنہائی میں اس
 فردی مشق

ٹر لیکراں نے یہ دیکھ کر کہ اس عجیب معے کا حل جاننے
 کے لئے میری بے قراری حد سے بڑھی جا رہی ہے۔ متعلقہ
 واقعات تفصیل سے بیان کرنے شروع کئے۔
 "تمہیں وہ رات یاد ہوگی جب میں نے تمہیں گھونگے
 کا نقشہ بنا کر دیا تھا۔ تمہیں یہ بھی یاد ہوگا کہ تم نے وہ نقشہ
 دیکھ کر کہا تھا کہ یا تو کسی انسانی کھوپڑی کی شبیہ ہے۔ میں
 پہلے یہ بات سن کر بہت جربز بھی ہوا۔ شروع میں سمجھا کہ تم مذاق
 میں کہہ رہے ہو، لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ گھونگے کی بیٹھ پر
 جو سیاہ خال ہیں اس کی بنا پر واقعی کھوپڑی سے مشابہت
 پیدا ہوگئی ہوگی پھر تم نے میری مصورانہ تابعدار کا مذاق
 اڑانا شروع کیا۔ یہ مجھے برا لگا۔ کیونکہ میں اچھا چابکدست نقاش
 مشہور ہوں۔ جب تم نے مجھے وہ چھلی واپس دی تو قریب
 تھا کہ میں اسے خفگی کے عالم میں مسل کر آگ میں پھینک دوں۔
 میں نے بات کاٹ کر کہا۔ تمہارا مطلب کاغذ کے
 اس ٹکڑے سے ہے؟

لیکراں نے کہا۔ ہاں وہ چیز کاغذ کا پرزہ ہی نظر
 آتی تھی اور شروع میں میں اسے کاغذی سمجھا۔ لیکن جب
 میں اسے تمہارے ہاتھ سے لے کر مسنے لگا تو اتفاق سے
 میری نظر اس شبیہ پر پڑ گئی اس وقت میری حیرت کا کوئی
 ٹھکانا نہ رہا، جب میں نے دیکھا کہ جہاں میں نے گھونگے
 کا نقشہ کھینچا تھا۔ وہاں انسانی کھوپڑی کی ڈراؤنی شبیہ

پر غور کر سکوں۔

آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ وہ ایسی چیزوں کا کس قدر شوقین ہے۔ معلوم ہوتا ہے اسی وقت بے خیالی کے عالم میں میں نے اس جھلی کو اپنی جیب میں ڈال لیا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے میز پر کاغذ ڈھونڈا لیکن نہ ملا۔ میں نے دراز پر کھولیں وہاں بھی کاغذ نہ تھا۔ اب میں نے میزوں میں ڈھونڈا کہ کوئی پرانا خط مل جاتے لیکن اس کی بجائے یہ جھلی میرے ہاتھ آگئی میں اتنی تفصیلات اس نے بیان کر رہی ہوں کہ وہ حالات بھی عجیب اور دلچسپ ہیں جن میں یہ میرے ہاتھ آئی۔

اب تم یقیناً یہ کہو گے کہ یہ بڑی دور کی کوڑی لاتا ہے۔ لیکن میں نے ان تمام باتوں میں ایک طرح کا تعلق تلاش کر لیا تھا اور ایک بڑی زنجیر کے دو حلقوں کو آپس میں ملا دیا تھا۔ یعنی سمندر کے ساحل پر ایک طوفان زدہ کشتی کے تختے بکھرے پڑے تھے اور پاس ہی ایک جھلی۔۔۔ کاغذ نہیں بلکہ کھال کی جھلی ریت میں دبلی پائی گئی جس پر ایک کھوپڑی کی نقویہ کھینچی ہوئی تھی۔ تم کہو گے کہ ان دونوں باتوں میں کیا تعلق ہے۔ سنو۔ انسانی کھوپڑی جو موت کی علامت سمجھی جاتی ہے ہے۔ بھری قزاقوں کا نشان ہے۔ کھلے سمندروں میں جب کبھی قزاق معرکہ آرائی کرتے ہیں تو کھوپڑی کی تصویر والا نشان استعمال کرتے ہیں۔

میں نے اس بات پر زور دیا کہ ریت میں دبا ہوا جو کچھ مجھے ملا وہ جھلی تھی۔ کاغذ نہیں تھا۔ تم جانتے ہو کہ جھلی بہت دیر پا ہوتی ہے اور اس پر معمولی اندر راجا شاد و ناد رہی کوئی کرتا ہے معمولی تحریر یا نقشہ کشی کے لئے یہ زیادہ موزوں بھی نہیں ایسی صورت میں کھوپڑی کی

جب تم چلے گئے اور جیو پیٹر گری منید سو گیا۔ تو میں نے اس جھلی کا باقاعدہ معائنہ شروع کیا۔ پہلے تو میں نے یہ سوچا کہ جھلی میرے پاس آئی کس طرح؟

وہ مقام جہاں پر ہم کو وہ گھونگا ملا، زمین نمل کے ساحل پر تھا۔ جزیرے سے کوئی ایک میل مشرق کی طرف یہ جگہ مد کی آخری حد سے بس تھوڑی دور پر تھی جب میں نے اسے اٹھایا تو اس نے میرے ہاتھ پر کاٹا جس کی وجہ سے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جیو پیٹر ہمیشہ سے محتاط واقع ہوا ہے اس نے اس کو پکڑنے سے پہلے ادھر ادھر نظر ڈالی کہ کہیں کوئی پتہ یا ایسی ہی کوئی چیز مل جاتے جس میں اسے پیسٹ کر جیب میں رکھ سکے اس موقع پر اس کی۔ اور میری آنکھیں جھلی کے اس ٹکڑے پر پڑیں جسے میں اس وقت کاغذ سمجھا یہ جھلی ریت میں دبلی پڑی تھی۔ بس ایک گوشہ باہر نظر آ رہا تھا۔ اس کے پاس ہی میں نے جہاز کی لمبی کشتی کے ٹوٹے ہوئے تختے دیکھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ڈھانچا مدت مدید سے وہاں پڑا تھا کیونکہ بوسیدگی کی وجہ سے یہ پہچاننا مشکل تھا کہ وہ کشتی کے تختے ہیں خیر جیو پیٹر نے جھلی اٹھائی، گھونگے کو اس میں لپیٹا

اور مجھے دے دیا اس کے جلد ہی بعد ہم گھر واپس روانہ ہو گئے۔ راستے میں لیفٹیننٹ گ سے ملاقات ہوئی میں نے اسے وہ گھونگا دکھایا اور اس نے مجھ سے کہا کہ آج تو میں اسے قلعے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا میں نے اسے اجازت دے دی تو اس نے گھونگے کو اس جھلی کے بغیر ہی اپنی واسکٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ اس وقت یہ جھلی میرے ہاتھ میں رہ گئی۔ لیفٹیننٹ صاحب نے یہ سوچ کر کہ کہیں میرا ارادہ بدل نہ جاتے فوراً قلعے کی راہ لی۔

سب رنگ ڈانچٹ

شبیبہ کا اس پر درج ہونا ضرور کوئی خاص معنی رکھتا تھا
پھر اس بھل کی شکل بھی قابل غور تھی اگرچہ اس کا ایک گوشہ
کسی حادثے کی وجہ سے ضائع ہو گیا تھا۔ لیکن صاف ظاہر
تھا کہ شروع میں اس کی شکل مستطیل تھی اور اس قسم کا
مستطیل قطعہ ہی کسی اہم یادداشت کے اندراج کے لئے
موزوں تھا۔ تاکہ مدت مدید کے لئے محفوظ ہو جائے۔

” لیکن “ میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا ” تم یہ کہہ چکے ہو کہ جب تم نے اس جھلی پر گھونگے کا نقشہ کھینچا تو کھوپڑی کی شکل اس پر موجود تھی پھر طوفان زدہ کشتی اور کھوپڑی کا باہمی تعلق تم کس طرح قائم کر رہے ہو؟ تمہارے بیان سے یہ بات ثابت ہے کہ کھوپڑی کی شبیہ اس جھلی پر گھونگے کا نقشہ کھینچنے جانے کے بعد نمودار ہوئی رہی یہ بات کہ اس شبیہ کا کھینچنے والا کون ہے اور اس نے یہ کسے کھینچی یہ میری سمجھ سے باہر ہے “

لیگا اس نے کہا یہی تو اصل راز ہے اور اگرچہ ظاہر
 بہت دقیق نظر آتا ہے لیکن اس کے حل میں مجھے اتنی زیادہ
 دشواری پیش نہیں آئی۔ میرا طریق استدلال مجھے ایک ہی نتیجے پر
 پہنچا سکتا تھا۔ میں نے اس طرح سوچنا شروع کیا۔۔۔۔۔
 ”جب میں نے چھلی پر گھونگے کا نقشہ کھینچا تھا۔ اس پر کھوپڑی
 کی شبیہ موجود نہ تھی میں نے نقشہ کھینچ کر مٹا رہے حوالے کیا
 اور تم نے اسے دیکھ کر لوٹا دیا اس دوران میں میں تمہیں برابر
 غور سے دیکھتا رہا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ شکل تم نے نہیں
 بنائی تھی اور کوئی شخص بھی بنانے والا موجود نہ تھا۔ اس
 کا مطلب یہ ہے کہ یہ کسی انسان کا کام نہ تھا تاہم کھوپڑی کی
 تصویر چھلی پر اتر آئی۔ آخر کیسے اتر آئی؟“

اب میں نے اپنے حافی پر زور ڈال کر سوچنا شروع کیا اور ہر واقعہ ایک ایک تفصیل کے ساتھ مجھے یاد آ گیا۔ اتفاق

سے اس شام خوب سردی چکی ہوتی تھی اور آتش دان میں آگ دھک رہی تھی۔ میں چونکہ باہر سے گھوم کر آیا تھا اور جسم گرم تھا۔ اسی لئے آگ سے دور میز کے پاس بیٹھا لیکن تم آتش دان کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ جس وقت میں نے وہ جھلی مٹھا سے ہاتھ میں دی اور تم اسے دیکھنے لگے تو ایک بیک ہمارا کتا ولف اندر چلا آیا اور کو در کتار سے شانوں پر سوار ہو گیا تم اسے اپنے باتیں ہاتھ سے پیار کرتے رہے اور تمنا زاد اہنا ہاتھ گھنٹوں کے بیچ میں سے ہو کر آگ کے اوپر لٹک گیا ایک بار تو مجھے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اس جھلی ہی کو آگ نہ لگ جائے اور میں تمہیں اس سے خبردار بھی کرنے لگا تھا۔ لیکن تم نے اتنے میں خود ہی ہاتھ کھینچ لیا۔ اور از سر نو اس کے معائنے میں مصروف ہو گئے۔ ان باتوں پر غور کرنے کے بعد مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہ رہا کہ جھلی پر جس کھوپڑی کا نقشہ میری نظر سے گزرا اس کے نمودار ہونے کا باعث آگ کی حرارت تھی۔ یہیں معلوم ہے دنیا میں ایسے مرکبات موجود ہیں اور ہمیشہ سے موجود رہے ہیں جن کی روشنائی سے اگر کاغذ یا جھلی پر کچھ لکھا جائے تو حروف صرف اسی صورت میں نمایاں ہوں گے۔ جب کہ انہیں آگ کے سامنے کیا جائے مثلاً اگر زعفران کو مارشاہی میں حل کر کے اس میں چوگنا پانی ملا یا جلاتے اور اسی سے کاغذ پر لکھا جائے تو کاغذ کو آگ کے سامنے رکھنے سے سبز حروف نمایاں ہو جائیں گے کو بالٹ کے کچھ دھالتے کو اگر شورے کی اسپرٹ میں حل کریں تو سرخ حروف نمایاں ہوں گے۔ ان مرکبات سے لکھنے کے تھوڑی دیر بعد حروف غائب ہو جاتے ہیں۔ لیکن حرارت دکھانے سے تحریر پھر نمایاں ہو جاتی ہے۔

اب میں نے کھوپڑی کا معائنہ نہایت احتیاط سے کرنا شروع کیا۔ شبیہ کا وہ حصہ جو جھلی کے بالائی حاشیے کے قریب تھا وہ دوسرے حصوں کے مقابلے میں زیادہ نمایاں تھا صاف ظاہر تھا کہ مرکب کا اثر یا تو ناممکن ہے یا غیر مساوی ہے میں نے اس وقت آگ جلانی اور جھلی کے ہر حصے کو دہکتے کوئلوں کی آچ پھینچائی۔ اول اول تو اس کا اثر صرف اسی قدر ظاہر ہوا کہ کھوپڑی کی شکل کے مدہم نقوش نمایاں ہوئے لیکن کچھ اور دیر آچ میں رکھنے پر کھوپڑی کے مقابل کے زریں کوئلے میں ایک شکل نمودار ہوئی جسے پہلے تو میں نے بکری تصور کیا لیکن غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بکری کا چھوٹا بچہ ہے۔

”اما“ میں نے کہا۔ ”مجھے تم پر ہنسی کا کوئی حق نہیں اس لئے پندرہ لاکھ کمال کوئی ایسی بات نہیں جسے مٹھٹھے میں اڑایا جاسکے لیکن تم اپنے استدلال کی زنجیر کے لئے یہ تیسرا حلقہ تو نہیں بنا رہے ہو۔ بحری قزاقوں اور بکریوں میں کیا رشتہ ہو سکتا ہے بکری کا تعلق کسان یا زراعت سے تو ہے ڈاکوؤں سے اسے کیا واسطہ۔“

یگران نے کہا۔ ”میں نے تو خود کہا ہے کہ وہ شبیہ بکری کی نہ تھی۔“ ”ایک ہی بات ہے۔ بکری ہوئی یا بکری کا بچہ ہو اور کس فرق ہے؟“ ”یگران نے کہا۔ ”بڑا فرق نہ ہو بہر حال کچھ فرق تو ہے۔ تم نے مشہور بحری قزاق کپتان کڈ کا نام سنا ہوگا کڈ انگریزی زبان میں بکری کے بچے کے معنوں میں بھی آتا ہے جھلی پر بکری کے بچے کی تصویر دیکھ کر میں نے فوراً یہ نتیجہ نکالا کہ یہ اس قزاق کے دستخطوں کی قائم مقام ہے۔ چونکہ یہ زریں حصے میں تھی اس لئے مجھے اس پر دستخط کا گمان ہوا۔ اس طرح کھوپڑی کی تصویر بالائی حصے کے ایک گوشے میں مہر کی قائم مقامی کر رہی تھی۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ اور کچھ بھی نہیں۔ سیاق و سباق ہے۔ لیکن متنبہ نہیں۔

میرے خیال میں یہ توقع تھی کہ مہر اور دستخطوں کے درمیان منکوب ہوگا۔ ”ماں! کچھ میرا اسی قسم کا خیال تھا حقیقت تو یہ ہے کہ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ کوئی بہت بڑی دولت میرے ہاتھ لگنے والی ہے اس کی وجہ سے مجھے معلوم نہیں شاید دولت کی آرزو نے تصور کا روپ دھار لیا تھا۔ پھر جیو پیٹر کے اس احتمالہ خیال نے کہ گھونگا طلائے خالص کا بنا ہوا ہے میرے دلہنے کی بنیاد اور مضبوط کر دی پھر واقعات اور اتفاقات کا سلسلہ بھی تو معمولی نوعیت کا نہ تھا کیا یہ عجیب و غریب اتفاق نہیں کہ ان تمام واقعات کو اس ایک دن کی شام کو پیش آنا تھا جب کہ سردی بیکایک چمک گئی تھی اور آتش دان میں آگ جلانے کی ضرورت پیش آئی تھی اگر یہ آگ نہ ہوتی اور عین اس وقت جب کہ تم وہ نقشہ دیکھ رہے تھے کمرے میں کتنا آدا حاصل ہوتا تو کبھی مجھے کھوپڑی کا علم نہ ہوتا نہ یہ گنج شایگان میرے ہاتھ لگتا میں نے کہا۔ ”اب آگے چلو میں پوری بات سننے کیلئے بے تاب ہوں“ یگران نے کہا۔ ”وہ کہانیاں تو تم نے سنی ہوں گی جو زبان زد عام ہیں کہ کڈ اور اسکے ساتھیوں نے بہت بڑی دولت بھرا دیا تو اس کے ساحل کے کسی نامعلوم مقام پر زمین میں گاڑ دی تھی اس قسم کی افواہوں کی کچھ نہ کچھ بنیاد تو ضرور ہوتی ہے یہ روایتیں جو اتنے زمانے سے اسی طرح مشہور چلی آ رہی ہیں اس کی وجہ میرے نزدیک صرف یہی تھی کہ وہ خزانہ ابھی تک مدفون تھا اگر کڈ نے اسے بعد ازاں نکال لیا ہوتا تو روایت اپنی موجودہ صورت میں ہم تک نہ پہنچتی اور پھر ایک بات پر تم نے غور کیا ہوگا کہ ان روایتوں میں ہمیشہ خزانے کے متلاشیوں کا ذکر ہوتا ہے۔ کسی روایت یا داستان میں تم یہ ذکر نہ پاؤ گے کہ وہ خزانہ کسی کو مل گیا اگر اس قزاق نے اس دھیلے کو نکال لیا ہوتا تو قطعہ کبھی کا دب گیا ہوتا مجھے یہ خیال ہوا کہ کسی وجہ سے وہ خزانے کی بازیابی کا سرخ کھوپٹا۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ وہ یا داشت اس سے گم ہو گئی

”اچھا تو پھر تم نے کیا کیا“

”میں نے آگ اور تیز کردی اور جھٹی کو اس پر پھیلادیا۔“

لیکن اس پر کوئی نقش نمایاں نہ ہوا۔ اب میں نے سوچا کہ ممکن ہے جھٹی پر سیل جم گیا ہو۔ اور اس کی وجہ سے حرارت اپنا اثر نہ کرتی ہو۔ میں نے اس پر گرم پانی کا تڑپا دیا۔ جس سے اس کا سیل اچھی طرح چھوٹ گیا۔ اب میں نے اسے ٹین کے ایک طشت میں اس طرح رکھا کہ کھوپڑی کا رخ نیچے کی طرف تھا اور طشت کو میں نے دھکتے انگاروں پر گرم کیا چند منٹ میں یہ طشت پوری طرح گرم ہو گیا تو میں نے جھٹی کو اٹھایا اور یہ دیکھ کر میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس پر متعدد جگہ اعداد و اشکال سطور کی صورت میں مرتب تھے۔ میں نے اس جھٹی کو اس طشت میں رکھ کر ایک منٹ تک اور حرارت پہنچائی اور اب کے جو ہٹایا تو یہ صورت نظر آئی جو تم اس وقت دیکھ رہے ہو۔“

لیگرال نے جھٹی کو پھر آگ پر گرم کیا اور مجھے دکھایا اس پر کھوپڑی اور بڑی کے درمیان سرخ روشنائی میں حسب ذیل تحریر نمایاں تھی۔“



ہو جس پر کڑنے دینے کی مقاومت کے نشان درج کئے تھے۔ اور یوں وہ اس خزانے کو باز یا نہ کر سکا۔ شدہ اس کی خیر اس کے ساتھیوں کو ہو گئی انہوں نے؟ کی تلاش کرنے کی انکل پچو کو شیش کی ہوں گی اور ناکام رہے۔ انہی لوگوں نے اس کا چرچا عام کیا ہو گا اور ان روایتوں کو جنم دیا ہو گا۔ جواب اس قدر مشہور ہو گئی ہیں کہ سب کی زبانوں پر ہیں۔ کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ بھراؤ تیانوس کے ساحل پر کسی کو کوئی خزانہ دستیاب ہوا ہو۔“

”کبھی نہیں“

”یہ تو سب جانتے ہیں کہ کڑنے مار دھاڑ کر کے بہت مال جمع کیا تھا۔ میں نے یہی فرض کیا کہ وہ ابھی تک زمین میں مدفون ہے۔ تمہیں یہ سن کر تعجب نہ ہونا چاہیئے کہ میرے دل میں یہ امید یقین کی حد تک جڑ پکڑ گئی تھی کہ اس جھٹی پر جوان عجیب حالات میں میرے ہاتھ لگی ہے دینے کی بجائے وقوع کا راز مرقوم ہے۔“

سب رنگ ڈابھٹ

53 * + 305)) 6 * 4826
4 * 4 * 806 * 4818 60))
55; I * 3 * 8 * 83 (88) 5 *
+; 4 6 (88 * 96 * 7; 8) * 3;
485); 5 * + 2 : * 3 (4 956 *
2 (5 * - 4) 8 11 8 * 4 069
285); 6 + 8) 4 * 3; I (+ 9; 4
8081; 8; 8 * 4; 48 + 85; 4) 485
+ 528806 * 81 (+ 9; 48; 88; 4 (*
? 34; 48) 4 *; I 61; 188; 4?;

ایمان نے اسے یہ تحریر واپس کرتے ہوئے کہا۔
 ”میری سمجھ میں تو اب بھی خاک نہیں آیا۔ اگر اس
 چیتاں کے حل کرنے پر گوگنڈا کے تمام جواہر ملنے کا انحصار
 ہو تب بھی مجھے یقین ہے کہ میں اسے حل نہ کر پاؤں گا۔“
 بیگم نے کہا۔ ”اس کے باوجود اس کا حل اتنا
 مشکل نہیں جتنا تم نے سرسری نظر سے دیکھ کر سمجھ لیا ہے۔
 یہ تو ہر کوئی قیاس کر سکتا ہے کہ یہ عبارت کوئی خفیہ پیغام ہے
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے کچھ معنی ہیں۔ کڑی استعداد کو
 دیکھتے ہوئے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کوئی بہت دقیق
 اور عمیق الفہم رمزی تحریر لکھ سکتا ہے، لہذا میں نے یہ فوراً سمجھ
 لیا کہ یہ سادہ قسم کی رمزی تحریروں میں سے ہوگی۔ جسے
 ایک موٹی عقل کا جہازی کلید کے بغیر ناقابل حل تصور کر لگا۔“
 ”اور تم نے اسے واقعی حل کر لیا؟“

”فوراً۔۔۔ میں نے تو اس سے دس ہزار گنا زیادہ
 دقیق چیتاں حل کی ہیں۔ ایک تو رجحان طبع دوسرے مواقع
 ایسے ملے کہ مجھے اس قسم کے معمول سے دلچسپی پیدا ہو گئی میں
 نہیں سمجھتا کہ انسان کا ذہن کوئی ایسی چیتاں بنا سکتا ہے۔
 جسے کوئی دوسرا انسان ذہن میں مقررہ قواعد اور اصولوں کے
 صحیح استعمال سے حل نہ کر سکے۔ ایک بار حروف دریافت کرنے
 اور ملانے کے بعد تو میں نے ان کے معنی متعین کرنے کی مشکل کو
 قابل اعتنا ہی نہیں سمجھا۔“

”اس تحریر میں۔۔۔ اور تمام خفیہ تحریروں میں پہلی
 بات دریافت کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ یہ ہے کس زبان میں۔ کیونکہ
 اس کے حل کرنے کے اصول خصوصاً سادہ قسم کی رمزی تحریروں
 کے حل کرنے کے اصول ہر زبان کی خصوصیات کے لحاظ سے
 مختلف ہوتے ہیں۔ عام طور پر حل کرنے والے شخص کو ہر اس زبان

کے اصول آزمائے کر دیکھنے پڑتے ہیں (اور اس میں قیاس سے مدد
 ملتی ہے) جس سے وہ واقف ہے۔ حتیٰ کہ تحریر کی زبان متعین
 ہو جائے۔ اب اس تحریر میں دستخط کی وجہ سے ہمیں ایسی کوئی
 الجھن درپیش نہیں۔ لفظ کڑ کے دو معنی ہونے کا جو فائدہ اٹھایا
 گیا ہے یعنی بزرگ لے کی شکل سے دستخط کا کام لیا گیا ہے وہ صرف
 انگریزی زبان میں ممکن ہے۔ بکری کے بچے کے معنی میں کڑ صرف
 انگریزی میں آتا ہے۔ یہ نکتہ نہ ہوتا تو میں ہسپانوی اور فرانسیسی
 زبانوں سے اپنے تجربے کی ابتداء کرتا کیونکہ بحیرہ اسپین میں
 ڈاک کے ڈالنے والے قزاق سے قدرۃً ہی توقع ہوتی ہے
 کہ وہ ان دو میں سے کسی زبان میں ایسی تحریر لکھے گا۔ بہر حال
 میں نے وہ وجہ بیان کر دی جس سے میں نے یہ فرض کیا کہ تحریر
 انگریزی کی ہے۔

”آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ الفاظ کے درمیان کوئی فاصلہ
 نہیں۔ اگر فاصلہ ہوتا تو کام نسبتاً آسان ہوتا۔ میں سب سے
 پہلے چھوٹے الفاظ کا موازنہ اور تجزیہ کرتا۔ اور اگر کہیں کسی
 ایک ہی حرف پر مشتمل کوئی لفظ ہوتا دیکھیے یہ بمعنی ایک
 یا (یعنی میں) تو حل بہت آسان ہوتا۔ لیکن چونکہ اس عبارت
 میں لفظوں کے درمیان فاصلہ کوئی نہیں۔ اس لئے سب سے
 پہلے مجھے یہ دریافت کرنا پڑا کہ سب سے زیادہ اور سب
 سے کم کون سے حروف آئے ہیں۔ گنتی کرنے کے بعد میں نے
 حسب ذیل نقشہ تیار کیا۔

۸	کی علامت	۳۳	جگہ آئی ہے
۵	"	۲۶	"
۴	"	۱۹	"
۳	"	۱۶	"
۲	"	۱۳	"
۱	"	۱۲	"

6	کی علامت	11	جگہ آئی ہے
71	"	8	"
0	"	4	"
92	"	5	"
3	"	4	"
?	"	2	"
71	"	2	"
—	"	1	"

انگریزی میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا حرف **e** ہے اس کے بعد **a** کا نمبر آتا ہے پھر **e** کا، پھر **n** کا، پھر **r** کا، پھر **s** آتے ہیں۔ پھر اسی ترتیب میں **p** 'k' 'b' 'w' 'm' 'l' 'g' 'f' 'c' 'y' 'u' **x** اور سب سے بعد میں **z** حرف **e** تو انگریزی تحریر میں اتنا زیادہ آتا ہے کہ ایسا کوئی چھوٹا یا بڑا فقرہ شاید ہی بن سکے۔ جس میں یہ سب سے زیادہ استعمال نہ ہوا ہو۔

گویا ہمارے پاس قیاس سے زیادہ مضبوط بنیادیں موجود ہیں۔ اس نقشے کا عام فائدہ تو ظاہر ہے لیکن موجودہ صورت میں ہمیں صرف ایک حد تک اس سے مدد لینے کی ضرورت ہے اس تحریر میں سب سے زیادہ **e** کی علامت آتی ہے ہم اسے **e** کا قائم مقام تصور کریں گے۔ اس مفروضے کی تصدیق کیلئے دیکھئے آگے مکرر صورتیں اکثر جگہ استعمال ہوا ہے کیونکہ **e** انگریزی میں اکثر دوہرا آتا ہے جیسے **BEEN, SEEN, SPEED, FLEET, MEET**

ee وغیرہ الفاظ ہیں اس تحریر میں یہ پانچ جگہ مقرر صورت میں آیا ہے۔ حالانکہ عبارت مختصر ہے۔

تو گویا یہ فرض کر لیجئے کہ **e** کی علامت **e** کی قائم مقام ہے اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ **the** ہے۔ یہ دیکھئے آیا ایسا کوئی سہ حرفی سب رنگ ڈانچٹ

مرکب اس عبارت میں اکثر جگہ آیا ہے۔ جس میں حروف کی ترتیب وہی ہو اور آخری نشان **e** ہو، اگر آیا ہے تو قیاس غالب یہی ہے کہ وہ لفظ **THE** کو ظاہر کرتا ہے۔ تحریر کو دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ **48** ذکا سہ حرفی مرکب سات جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ذکا نشان **t** کی جگہ **e** کا ہندسہ **44** کی جگہ اور **8** کی علامت حرف **e** کی جگہ استعمال ہوتی ہے، اس آخری حرف کی تو اچھی طرح تصدیق ہو گئی، چلئے ایک بڑا مرحلہ طے ہوا۔

اس ایک لفظ کے حل کر لینے کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ ہم دوسرے بہت سے الفاظ کے پہلے اور آخری حروف متعین کر سکتے ہیں۔ مثال کے لئے آخری طرف سے چل کر دوسرے **48** ذ پر آئیے۔ یہ خاتمے سے زیادہ دور نہیں۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس کے بعد ذکا نشان ہے۔ وہ کسی لفظ کا پہلا حرف ہے۔ اس **the** کے بعد جو کچھ حروف ہیں ان میں سے پانچ کو ہم پہچانتے ہیں۔ ان کو لکھ کر دیکھئے اور نامعلوم حروف کی جگہ خالی چھوڑ دیجئے۔ یہ کیا بنا؟ **T EETH**

اس آخری **e** کو تو چھوڑئے کیونکہ یہ اس لفظ کا جزو معلوم نہیں ہوتا جو پہلے **e** سے شروع ہوا ہے، کیونکہ سارے حروف تہجی میں سے ایک کے بعد ایک موزوں حروف آزمائے پر پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسا لفظ نہیں بن سکتا جس میں **the** بطور جزو شامل ہو۔ اب ہمارے پاس باقی رہا صرف **TEE** پہلے کی طرح ایک کے بعد ایک حروف آزمائے پر یہ

دریافت ہوتا ہے کہ **Tree** کے علاوہ کوئی لفظ نہیں بن سکتا۔ گویا اب ہمیں لفظ **Tree** کی کلید مل گئی۔ اس کا قائم مقام ہم نے عبارت میں دو لفظ بالکل پاس پاس متعین ہو گئے **THE TREE** ان لفظوں کے بعد مقوڑی دور پر پھر **48** ذکا مرکب آتا ہے۔ اس کو پہلے کی عبارت سے ملائیں تو حسب ذیل صورت بنتی ہے۔

ہیں یقین ہو جاتا ہے کہ پہلا حرف A ہے اور عبارت کے پہلے دو الفاظ اہوئے

A good

اب ہم معلوم حروف کا ایک نقشہ بنا کر آگے چلنا چاہیے اس سے آسانی رہے گی۔

a	کامطلب ہے	5
d	" "	†
c	" "	8
g	" "	3
h	" "	4
i	" "	6
n	" "	✱
o	" "	‡
r	" "	٬
t	" "	,

ہیں اس طرح دس اہم ترین حروف مل گئے۔ اب اس س کی مزید تفصیلات بیان کرنا غیر ضروری ہے۔ میری وضاحت نے تمہیں قائل کر دیا ہو گا کہ اس قسم کی رمزی تحریریں آسانی سے دریا ہو جاتی ہیں اور آپ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے اصول کیا ہیں۔ بہر صورت یہ یقین رکھئے کہ ہمارے سامنے جو نمونہ ہے وہ رمزی تحریروں کی آسان ترین قیاس سے تعلق رکھتا ہے۔ اب فقط اس جتنی پرکھی ہوئی علامتوں کو سیدھے سادے انگریزی حروف میں منتقل کرنا باقی ہے۔ یہ لیجئے۔

*A good glass in the bishop's
hovel in the devil's seat
for one degree and thirteen
minutes north - east and by
fifty*

THE TREE ٬4(†?3& THE

اب ان حروف کو استعمال کر کے دیکھئے جنہیں ہم معلوم کر چکے ہیں۔

THE TREE ٬4(†?3& The

اگر ہم نامعلوم حروف کی جگہ خالی چھوڑ دیں یا وہاں نقطے دیدیں تو یہ صورت بنے گی۔

THE TREE THR ... H THE

فوراً پتہ چل جائے گا کہ تیسرا لفظ *through* ہے اس انکشاف سے ہمیں تین اور حروف معلوم ہو گئے۔ ایک تو O دوسرے *the* تیسرے *g* جن کے قائم مقام اس عبارت میں بالترتیب ‡ ? اور ٬ ہیں۔

83(88

یہ ہمارے حساب سے ہوا *degree* صاف نظر آجائے گا کہ یہ لفظ *degree* کا تتمہ ہے اب ہمیں *de* کا حرف بھی معلوم ہو گیا جس کا قائم مقام ہے ‡

آگے چلئے۔ *degree* سے چار حرف چھوڑ کر ہمیں یہ مرکب ملتا ہے۔

٬4(88

اب معلوم حروف استعمال کر کے اور نامعلوم حروف کی جگہ نقطے دیکر دیکھئے۔ *the - vtee* فوراً ذہن میں لفظ *THIRTEEN* آتا ہے اس سے ہمیں مزید دو حروف بھی مل جاتے ہیں *n* اور *n* ان میں سے نہ کی نمائندگی کرتا ہے اور *n* کی ✱

اب اس چیتان کے آغاز کو لیجئے حسب ذیل مرکب ملے گا۔

53†††

ہماری کلید کے اعتبار سے یہ ہوا

good

"A good glass in the bishop's
hotel in the devil's seat
(forty one degrees and thirteen
minutes north-east and 68
north) main branch seventh
limb east side) shoot from
the left eye of the death's-
head) a line from the
tree through the shot fifty
feet out.

(بشپ کے ہوٹل میں شیطان کی نشست میں ایک اچھا
سائیشہ اکیس درجے اور تیرہ دقیقے بجانب شمال مشرق و شمال
اصل تنے کا مشرق کی طرف کا ساتواں ٹہنہ کھوپڑی کی بائیں آنکھ
میں سے گولی چلاؤ نشتے میں سے ہوتا ہوا شہد کی مکھی کی اٹان
کا خط پچاس فٹ آگے تک)

"ان وقفوں کے باوجود میرے پٹے کچھ نہیں پڑا"
چند دن تک تو میرے پٹے بھی کچھ نہیں پڑا۔ لیکن
نے جواب دیا: اس دوران میں میں جزیرہ سیلون کے لواحات میں
ایسی عمارت کی تلاش کرتا رہا۔ جس کا نام بشپ کا ہوٹل ہو کیونکہ
ہوٹل کا لفظ تو اب متروک ہے۔ مجھے اس سلسلے میں کوئی کامیابی
نہ ہوئی اور میں اپنی تحقیقات کا دائرہ وسیع کر کے زیادہ باقاعدگی
سے جستجو شروع کرنے کو تھا کہ ایک صبح یکایک میرے ذہن میں
آیا کہ بشپ کا ہوٹل سے کہیں قدیم بیسپ گھرنے کی طرف اشارہ
تو نہیں جو اس جزیرے کے کوئی چار سیل شمال میں صدیوں سے
ایک گڑھی کا مالک چلا آتا ہے۔ میں اس جاگیر میں گیا اور وہاں
کے پرانے حبشی باشندوں سے پوچھ گچھ کی۔ آخر ایک بہت
ضعیف اور پیرا نہ سال عورت نے بتایا کہ میں نے بیسپ قلعہ
کا نام ضرور سنا ہے لیکن یہ مقام نہ قلعہ ہے نہ مرنے بلکہ ایک

north main branch seventh
limb east side shoot from
the left eye of the death's-
head a line from the
tree through the shot fifty
feet out.

"بشپ کے ہوٹل میں شیطان کی نشست میں ایک اچھا
سائیشہ اکیس درجے اور تیرہ دقیقے بجانب شمال مشرق و
شمال اصل تنے کا مشرق کی طرف کا ساتواں ٹہنہ کھوپڑی کی
بائیں آنکھ میں سے گولی چلاؤ نشتے میں سے ہوتا ہوا شہد
کی مکھی کی اٹان کا خط پچاس فٹ آگے تک"

"لیکن میرے لئے تو یہ اب بھی ویسا ہی ناقابل فہم ہے
جیسا پہلے تھا" میں نے کہا۔ "آخر اس شیطان کی نشست کھوپڑی
اور بشپ کا ہوٹل کے کیا معنی ہیں"

میں مانتا ہوں لیکن ان کے جواب دیا کہ سرسری نظر سے
دیکھنے پر معاملہ واقعی مشکل نظر آتا ہے میں نے سب سے پہلے یہ
کوشش کی کہ اس عبارت کو ان قدر قیصرات میں تقسیم کروں
جو اس کے کتبے ذہن میں تھے۔
"لیکن اس کی صورت؟"

"میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ لکھنے والے نے ان الفاظ کو
اس لئے یکجا کر دیا ہے اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں چھوڑا
تاکہ اس کا حل کرنا مشکل ہو جائے اب اگر کوئی شخص غیر معمولی طور
پر ذہین نہیں ہے تو وہ یقیناً اس احتیاط کو دوسری انتہا کو پہنچا
دے گا یعنی الفاظ کے درمیان وقفے کی جگہ پر وہ حرفوں کو اور
گنجان کر دے گا۔ اگر آپ اس تحریر کو دیکھیں تو پانچ مقامات
ایسے پائیں گے جہاں حروف غیر معمولی طور پر گنجان ہو گئے ہیں۔ اس
اصول کو سامنے رکھ کر میں نے بمطابق ذیل وقفے بنائے۔

سب رنگ دا بچٹ

چٹان کا نام ہے۔

میں نے اسے پیش کش کی کہ اگر اس مقام تک میری رہائی
کرو تو میں اس تکلیف کا معقول معاوضہ دینے کو تیار ہوں تو پڑے
مائل کے بعد وہ رضا مند ہو گئی۔ قلعہ کیا تھا گھاٹیوں اور چٹانوں
کا ایک بے قاعدہ سلسلہ تھا۔ ان میں ایک چٹان دوسروں سے
الگ تھا لگ کھڑی تھی اور بلندی میں سب سے ممتاز تھی دیکھنے
میں یہ قدرتی کے بجائے مصنوعی نظر آتی تھی۔ میں اس پر چڑھ کر چوٹی
تک پہنچ گیا۔ لیکن اگے کیا کیا جاوے۔ یہ سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

میں یہ سوچ رہا تھا کہ چٹان کے مشرقی پہلو میں مجھے
ایک چھوٹی سی گڑھ لگی ہوئی دکھائی دی یہ اس چوٹی سے جس پر میں
کھڑا تھا کوئی ایک گز نیچے ہوگی۔ یہ کوئی بقدر اٹھارہ اونچ باہر
نکلے ہوئی تھی اور چوڑائی میں ایک فٹ سے زیادہ نہ تھی۔ اس
کے عین اوپر چٹان کے اندر طاقتور سا بنا ہوا تھا۔ جس سے اس نشست
کی صورت کچھ حد تک کھوکھلی پشت والی ان کرسیوں سے مشابہ
ہو گئی تھی جنہیں ہمارے بزرگ استعمال کیا کرتے تھے۔ اب مجھے
کوئی شبہ نہ رہا کہ اس تحریر میں شیطان کی نشست سے یہی جگہ
مراد ہے اچھا شیشہ کے تعلق میں نے یہ قیاس کیا کہ اس کا مطلب
سوائے دور میں کے کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ لفظ شیشہ کو چھاری
لوگ اور معنوں میں کم ہی استعمال کرتے ہیں۔ میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہاں
دور میں کا استعمال مطلوب ہے وہ بھی ایک مخصوص زاویے سے
جس سے انحراف کی گنجائش نہیں۔ یہ بھی میں نے فوراً سمجھ لیا کہ
اکیس دسے اور تیرہ دقیقے "در اصل دور میں کا رخ متعین کرنے
کے لئے ہدایتیں ہیں۔ انکشاف پر میرا حوصلہ بہت بڑھا اور میں
نے گھر واپس آکر ایک دور میں لی اور پھر چٹان پر جا پہنچا۔

چوٹی سے میں اس گڑھ پر اتر گیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں آپ ایک
بی زاویے سے بیٹھ سکتے ہیں۔ اس سے ذرا بھی ہلے گئے تو نیچے گر
جائیں گے۔ اس امر سے میرے قیاس کی تصدیق ہو گئی۔ اب میں

نے دور میں لگا کر دیکھا۔ اکیس دسے اور تیرہ دقیقے کا مطلب
سوائے اس کے کیا ہو سکتا تھا کہ افق کی لکیر کے اوپر اتنے ارتفاع
پر دیکھا جاوے۔ الفاظ سمت شمال مشرق اور شمال سے افق کی
کی سمت بھی صاف طور پر متعین کر دی گئی تھی۔ یہ سمت میں نے
ایک جی پی قطب نما سے فوراً دریافت کر لی اور پھر قیاس سے
اکیس دسے کا زاویہ بنا کر دور میں سیدھی کی۔ میں نے اسے بہت
احتیاط سے اور نیچے گھا کر دیکھا حتیٰ کہ مجھے ایک بڑے درخت
کے چتر میں دائرے کی شکل کا ایک روزن نظر آیا۔ یہ درخت
بہت دور تھا اور گردے کے سب درختوں سے اونچا نظر آ رہا
تھا۔ اس خلا کے عین وسط میں مجھے ایک سفید نقطہ دکھائی دیا
دور میں کو جہاں غور سے دیکھا۔ تو پتہ چلا کہ وہ انسانی کھوپڑی ہے
اس دریافت پر میرا حوصلہ اور بڑھا۔ اور میں بچنے
لگا کہ میرے بس حل ہو گیا کیونکہ اصل تنے کا مشرق کی طرف کا ساٹوا
ٹہٹا کے جیلے محض کھوپڑی کی مقامیت کی نشان دہی کرتے تھے
کھوپڑی کی بائیں آنکھ میں سے گولی چلاؤ کا بھی مدنون خزانے
کی تلاش کے ضمن میں ایک ہی مطلب ہو سکتا تھا۔ وہ مطلب
یہ تھا کہ کھوپڑی کی بائیں آنکھ میں سے سیسے کی گولی نیچے گراؤ۔
مشہد کی کمی ہمیشہ خط مستقیم میں اڑتی ہے لہذا تنے سے قریب
ترین نقطے سے ایک خط مستقیم گولی کے گرنے کی جگہ میں سے
گزرتا ہوا کھینچو۔ اسے اس جگہ سے پچاس فٹ اور آگے بڑھا
لیجاؤ۔ اس کے نقطہ اختتام کے نیچے کھودنے سے کسی دینے
کا نکلنا یقینی نہیں تو ممکن ضرور ہے۔

میں نے کہا: "تمہاری وضاحت سے بات بالکل صاف
ہو گئی۔ معاملہ عجیب و غریب ہے لیکن تمہاری وضاحت کے بعد
صاف ہو گیا۔ خیر تو بلیپ کے ہوشل سے رخصت ہونے کے
بعد تم نے کیا کیا۔"

درخت کے محل وقوع کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے
فوری مشہد

میں گھر واپس آگیا۔ لیکن شیطان کی نشست کو چھوڑنے کی دیر
معتی وہ گول روٹن غائب ہو گیا۔ بعد میں بھی میں نے کئی بار مڑ
کر دیکھا۔ لیکن مجھے یہ نظر نہ آیا۔ طرفہ ماجرا یہ ہے (تجربے سے اس کی
تصدیق کر دی ہے) کہ مذکورہ روزن چٹان کی اس مختصر سی لگر
کے علاوہ اور کہیں سے نظر ہی نہیں آتا۔

بشپ کے ہوٹل کی جہم میں جو میٹر بھی میرے ہمراہ تھا
وہ کئی ہفتے سے دیکھ رہا تھا کہ میں کسی خیال میں کھویا رہتا ہوں
لہذا وہ خاص طور پر اس بات کی احتیاط رکھتا تھا کہ مجھے اکیلا
نہ چھوڑے۔ لیکن اگلی صبح میں بہت سویرے اٹھ گیا اور اس
کی نظر بچا کر اس درخت کو تلاش کرنے کے لئے پہاڑیوں
کی طرف نکل گیا۔ کافی وقت اور تجربے بعد یہ مجھے مل گیا۔ جب
میں رات کو گھر واپس آیا تو میرا خدمت گار ڈنڈا لے بیٹھا تھا۔ بعد
کی تفصیلات تو آپ بخوبی جانتے ہیں۔

میں نے کہا: "میرے خیال میں پہلی کھدائی میں تمہیں اہل
جگہ اس لئے نہ مل سکی کہ جو میٹر نے ازراہ حماقت گھونگے کو بائیں
آنکھ کی بجائے دہنی آنکھ میں سے گرا دیا تھا۔"

"اصل یہ بات ہے ہن میں یعنی کرنے کے مقام میں تو صرف ڈھائی انچ کے قریب پڑا
اگر خزانہ نشانے کی جگہ کے نیچے ہوتا تو یہ فرق کوئی معنی نہ رکھتا تھا
لیکن نشانہ اور درخت کا نزدیک ترین مقام تو محض سمت نما خط
کی مقامیت متعین کرنے کے لئے دو نقاط کا درجہ رکھتے تھے جو
جوں وہ خط نشانے کے مقام سے آگے بڑھتا گیا فرق زیادہ ہوتا
گیا اور سپاس فٹ پر جا کر تو ہم مطلوبہ مقام سے بہت دور جا پڑے۔

میرے خیال میں کڑکے ذہن میں کھوپڑی کا خیال۔ یعنی
کھوپڑی کی آنکھ میں سے گولی چلانے کا خیال قزاقوں کے جھنڈے
کے نشان سے پیدا ہوا۔ اس خوفناک نشان کی مدد سے خزانے
کی بازیابی کے خیال میں ایک شاعرانہ تلازمہ ضرور ملحوظ تھا۔
"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن میرے خیال میں شاعرانہ

سب رنگ ڈانچت

تلازمے کے علاوہ اس میں بڑی سمجھ بوجھ کا بھی مظاہرہ کیا گیا ہے
شیطان کی نشست سے کوئی چھوٹی چیز اسی صورت میں نظر آسکتی
معتی اگر وہ سفید رنگ کی ہو اور اس مطلب کے لئے انسانی
کھوپڑی سے موزوں ترکوئی چیز نہیں جو موسمی اثرات کے باوجود
سفید رہتی ہے بلکہ اس کی سفیدی اور ٹھکرتی ہے۔"

"لیکن الفاظ کے ظلم باندھے اور اس گھونگے کو گھمانے
سے تمہارا مطلب کیا تھا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تمہارا دماغ چل گیا ہے
اور پھر تم کھوپڑی کے اندر سے گولی چلانے کے بجائے اس گھونگے
کو پھینکنے پر کیوں مصر تھے۔"

بات صرف یہ ہے کہ تم لوگ میری سلامتی عقل پر جوشنگ
کرتے تھے اس سے مجھے چڑ پیدا ہوئی اور میں نے طے کر لیا کہ
ایسی حرکتیں کروں۔ جن سے تم بھی چکرا جاؤ۔ اسی وجہ سے میں
نے گھونگے کو جھٹلا کر درخت پر سے لٹکادیا۔ تم نے اس کے بہت
مباری ہونے کا ذکر کیا تھا۔ اس سے مجھے یہ خیال سوچا کہ اس سے
یسے کی گولی کا کام لیا جاسکتا ہے۔"

"اب سمجھا۔ لیکن ایک بات بتاؤ زمین کے اندر سے
جو انسانی ڈھانچے نکلے ہیں ان کی کیا تو جیہیہ کی جائے۔"

اُس کا جواب دینے کا میں بھی اتنا ہی اہل ہوں جتنے
تم۔ لیکن قیاس سے ایک تو جیہیہ ذہن میں آتی ہے۔ یہ ظاہر ہے
کہ کڑنے بشرطیکہ اسی نے یہ خزانہ دفن کیا ہو۔ مجھے خود تو یہی
یقین ہے۔ یہ کام کچھ لوگوں کی مدد سے ہی کیا ہوگا۔ لیکن جب
زیادہ تر کام ختم ہو چکا ہوگا۔ تو کڑکے ذہن میں یہ آیا ہوگا کہ
اس زائر کے جانے والے تمام لوگوں کو ختم کر دینا ہی مناسب
ہے میرے خیال میں گڑھے کے اندر کام کرتے ہوئے لوگوں
کے لئے کدال کے ایک دو وار کافی ثابت ہوئے ہوں گے
ہو سکتا ہے درجن ممبر میں کام تمام ہوا ہو۔ بہر حال یہ میرا
قیاس ہے۔ اصل حقیقت خدا ہی جانتا ہے۔"